حکایات بخاری
مجموعہ مضامین
حضرت مولانا ڈاکٹر سید عبدالقادر حسینی قادری
ریاض مدینہ پبلی کیشنز

حکایات بخاری

مجموعہ مضامین

مصنف

حضرت مولانا ڈاکٹر سید عبدالقادر حسینی دستگیر پاشاہ علیہ الرحمہ

مرتبہ

سید محمد قطب سعید زکریا حسینی

ناشر : ریاض مدینہ پبلی کیشنز، مصری گنج، حیدرآباد

فہرست

پیش لفظ

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ السلام علی سیدنا محمد و علیٰ آلہ و صحبہ اجمعین۔

آج ۱۷ رمضان ۲۰۰۹ء ہے اور ۱۹ رمضان المبارک کو والد بزرگوار حضرت سید عبدالقادر حسینی ؒ کے وصال کو ایک سال ہوجاتا ہے۔ اس موقع پر آپ کے مضامین کو، جو ماہنامہ صوفی اعظم میں حکایت بخاری کے نام سے سلسلہ وار شائع ہوتے تھے، جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

دنیا میں جدید سائنس کی ترقی کے بعد بے شمار علوم پڑھے جاتے ہیں اور مزید کی ایجاد ہوتی جارہی ہے اور یہ ایک نہ رکنے والا سلسلہ ہے۔ خداوند عظیم کا کلام وہ شان رکھتا ہے کہ جس کے نزول کو آج ۱۴ سو برس گزرنے کے بعد بھی ہزاروں لوگوں نے قرآن کے تراجم لکھے، کسی نے ظاہری معنوں پر اپنی ریسرچ کی تو کسی نے قرآن کے اسرار و رموز کو کچھ حد تک جاننے کی کوشش کی۔ ہر جگہ، ہر دور اور ہر زمانہ کی تحریریں موجود ہیں لیکن کوئی مفسر یہ

دعویٰ نہ کرسکا کہ اس نے تفسیر کا حق ادا کردیا ہو۔ مولا علیؓ کا یہ قول ہمیں قرآن کے اسرار کی وسعت کا اندازہ دیتا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں اپنا اونٹ کا چابک بھی گم ہوجاتا ہے تو قرآن میں تلاش کرسکتا ہوں۔ اب یہ بات ہوئی قرآن کی۔ جب ہم صاحب قرآن حبیب اللہ آقائے دوجہاں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکت کی سیرت دیکھیں تو ٹھیک اسی طرح محدثین نے حدیث پر اپنی تحقیق کی جیسے مفسرین نے کام کیا ہے، محدثین نے حدیث پر اپنی تحقیق ۱۴سو برس سے جاری رکھی۔ کسی نے حدیث کی حقانیت اور اسماء رجال پر تحقیق کی تو کسی نے حدیث کی تبویب کا کام انجام دیا۔ محدثین میں ایک نام جو نہایت نمایاں ہے، وہ حضرت امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاریؒ (۱۹۴ھ تا ۲۵۶ھ) کا ہے۔ آپ نے احادیث کو مضمون واری کئی ابواب میں تقسیم فرمایا جیسا کہ کتاب الایمان، کتاب الفضائل وغیرہ۔ حضرت امام بخاری کو ایک لاکھ سے زائد حدیث زبانی یاد تھے۔ اور انہی میں سے زائد از ۹ ہزار حدیث کو آپ نے جمع فرمایا جو عام مسلمان کو روزمرہ کی زندگی میں میں عمل پیرا ہونے میں کارآمد ثابت ہوں۔ حضرت دستگیر پاشاہؒ نے اس کتاب حکایات بخاری میں احادیث کا پیغام دلچسپ پیرائے میں پہنچانے کی کوشش فرمائی ہے۔ بالخصوص احادیث بخاری کی روشنی میں اہل سنت کے عقائد کی حقانیت کو ظاہر کرنا آپ کا مقصد تھا۔

میں عم محترم حضرت مولانا سید محمد صدیق حسینی قبلہ کی سرپرستی اور ہمت افزائی کا ممنون و مشکور ہوں اور برادر محترم ڈاکٹر احمد حنبلی صاحب اور برادرم مولانا سید بادشاہ محی الدین شبیر پاشاہ کا بھی شکر گزار ہوں کہ ان حضرات نے طباعت کے مراحل میں میرا تعاون فرمایا۔ رسالہ صوفی اعظم کا انتظامیہ بھی شکریہ کا مستحق ہے بالخصوص مولانا سید مصطفیٰ علی صوفی (سعید پادشاہ) جنھوں نے نہ صرف یہ کہ مضامین محفوظ رکھے بلکہ ہمیں اس کی سافٹ کاپی

فراہم کی جس کے سبب ہم کوٹائپنگ اور پروف ریڈنگ کے صبر آزما مراحل سے گزرنا نہ پڑا۔ میں اس کتاب کے قارئین کو یہ پیغام دینا چاہتا ہوں کہ جب تک کسی کی ذات سے محبت نہیں ہوتی تب تک اس کی بات دل میں جگہ نہیں کرسکتی، اس لئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہدایت کے لئے محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لازمی قرار دیا ہے کیوں کہ جب کوئی بہت زیادہ عزیز ہوتا ہے تو پھر اس کی ہر بات آپ کے دل میں جگہ کرتی ہے اور پھر آپ کو عمل پر آمادہ کرتی ہے۔ کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ذات سے کیا ہے، ہم تو بات کے ماننے والے ہیں۔ خبردار! ایسے لوگوں کو نہ کبھی حدیث کے معارف سے آگاہی ہوسکتی ہے اور نہ برکات میں سے کچھ حاصل ہوسکتا ہے۔ جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کسی کے دل میں گھر کرجاتی ہے تبھی قرآن کے اسرار اور حدیث کے رموز اس پر منکشف ہوسکتے ہیں۔ پھر وہ اس فضل الٰہی سے فیضیاب ہوتا ہے اور انتہائی عجز وانکسار سے یہ کہہ کر دنیا سے رخصت ہوجاتا ہے کہ ؎

ہیں گنہگاروں میں لیکن اولیاء کہلائیں گے
ہم زمینوں سے اٹھیں تو آسماں ہوجائیں گے

(حضرت دستگیر پاشاہؒ)

سید محمد قطب سعید زکریا حسینی القادری

خلف حضرت مولانا سید عبدالقادر حسینیؒ

مل گیا ہار تیمّم کی اجازت بھی ملی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ہم کسی سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے جب بیدا یا ذات الجیش کے پاس پہنچے تو میرا ہار ٹوٹ کر گر گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تلاش کے لئے قیام فرمایا اور سب لوگ بھی آپ کے ہمراہ ٹھیر گئے اور وہ ایسی جگہ تھی جہاں کہیں بھی پانی نہیں تھا۔ کچھ لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا

''آپ نہیں دیکھتے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا کیا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور سب لوگوں کو ٹھہرا لیا اس حالت میں کہ کسی کے پاس پانی نہیں ہے۔''

غصہ میں بھرے ہوے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے زانو پر سر مبارک رکھے ہوئے آرام فرما رہے تھے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کہنے لگے

تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سب لوگوں کو یہاں ٹھیرا دیا حالانکہ نہ تو اس جگہ پانی ہے اور نہ ہی ان لوگوں کے ساتھ پانی ہے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں پھر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھ پر غصہ کیا اور غصہ میں اللہ نے جو کچھ کہلوایا وہ انھوں نے مجھ سے کہا اور مجھے کوکھے میں کونچے دینے لگے مگر میں جنبش نہیں کر سکتی تھی کیونکہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سرِ مبارک میرے زانو پر تھا۔ صبح کو جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی بے پانی کے مقام پر تھے اللہ تعالیٰ نے آیت تیمّم نازل فرمائی جس پر سب نے تیمّم کیا اور اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بولے:

''اے آل ابوبکر یہ تمہاری پہلی برکت نہیں ہے''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر جس اونٹ پر میں سوار تھی اسکو ہٹایا گیا تو اسکے نیچے ہار مل گیا۔

حضرت عمران بن حصین خزاعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ساتھ رات بھر چلتے رہے جب آخر رات ہوئی تو ایک نیند سو رہے کہ مسافر کے نزدیک اس سے زیادہ پیاری کوئی نیند نہیں ہوتی چنانچہ ایسے سوئے کہ آفتاب کی گرمی ہی نے بیدار کیا پس سب سے پہلا شخص جو بیدار ہوا وہ فلاں تھا پھر فلاں شخص پھر فلاں شخص۔ پھر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ چوتھے جاگنے والے تھے اور قاعدہ یہ تھا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آرام فرماتے تو کوئی آپ کو بیدار نہ کرتا تھا حتیٰ کہ آپ خود بیدار نہ ہو جاتے کیونکہ ہم نہیں جانتے تھے کہ آپ کے خواب میں کیا ہو رہا ہے جب عمر رضی اللہ عنہ بیدار ہوے اور انھوں نے وہ حالت دیکھی جو لوگوں پر طاری تھی وہ سخت مزاج آدمی تھے جھٹ سے تکبیر کہہ دی اور تکبیر کے ساتھ اپنی آواز بھی بلند کرتے رہے یہاں تک کہ ان کی آواز سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی بیدار ہو گئے جب آپ بیدار ہوئے تو لوگوں نے اس مصیبت کی آپ سے شکایت کی جو اُن پر پڑی تھی (یعنی پانی کی عدم دستیابی) آپ نے فرمایا کچھ حرج نہیں آگے چلو۔ لوگ پھر سفر پر روانہ ہو گئے۔ تھوڑی دور جا کر آپ اتر پڑے اور وضو کے لئے پانی منگوایا وضو فرمایا اذاں کہی گئی اور آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی جب آپ نماز سے فارغ ہوے تو دیکھا کہ ایک شخص علیٰحدہ گوشہ میں بیٹھا ہوا ہے اور جس نے لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تھی آپ نے فرمایا اے فلاں! تجھے لوگوں کے ساتھ نماز پڑھنے سے کون سی چیز مانع ہوئی؟ اس نے عرض کی میں جُنبی ہو گیا ہوں آپ نے فرمایا تجھے پاک مٹی سے تیمّم کر لینا چاہئے تھا وہ تجھے کافی تھا پھر آپ آگے چلے تو لوگوں نے آپ سے پیاس کی شکایت کی۔ آپ نے سفر منقطع کیا سب سواریوں سے اتر پڑے ایک شخص اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا ''دونوں جاؤ اور پانی تلاش کرو'' وہ دونوں چلے گئے راستہ میں انھیں ایک عورت ملی جو اپنے اونٹ پر دو بڑے بڑے مشک کے درمیان بیٹھی ہوئی تھی ان دونوں نے اس سے پوچھا پانی کہاں ہے اس نے کہا مجھے پانی لئے ہوئے شام سے یہ وقت ہو گیا (یعنی کل شام سے آج کے دن کی صبح کا یہ وقت مطلب یہ کہ کئی گھنٹے گذر گئے) ہمارے مرد گم ہو گئے ہیں ان دونوں نے اس سے کہا اب چل۔ وہ بولی کہاں؟ انھوں نے کہا

''رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس''

وہ کہنے لگی

وہی شخص جسے بے دین کہا جاتا ہے

انھون نے کہا

ہاں وہی جنھیں تم اس طرح کہتی ہو۔ چلو

پس وہ دونوں اسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے آئے اور آپ سے ساری کیفیت بیان کی عمران رضی اللہ عنہ کہتے ہیں لوگوں نے اسے اونٹ سے اتار لیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بڑا برتن منگوایا اور وہ دونوں مشکوں کے منہ اس میں کھول دئے گئے بعدازاں انھیں بند کر دیا گیا۔ لوگوں کو آواز دی گئی کہ

''خود بھی پانی پیو اور اپنے جانوروں کو بھی پانی پلائی''

پس ہر شخص نے جتنا جی چاہا پانی خود بھی پیا اور جانور کو بھی پلایا جو شخص جنبی ہو گیا تھا اسے بھی ایک ظرف پانی کا دیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا اس کو اپنے اوپر ڈال لو (یعنی غسل کرلو) وہ عورت کھڑی ہوئی سب دیکھ رہی تھی کہ اس کے پانی کے ساتھ کیا ہو رہا ہے اور بخدا جب اس کے مشکوں سے پانی لینا موقوف کیا گیا تو ہمارے خیال میں اب وہ اس وقت سے بھی زیادہ بھری ہوئی تھیں جب آپ نے ان سے پانی لینا شروع کیا تھا پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

''کچھ اس کے لئے جمع کردو''

تو لوگوں نے کھجور، آٹا اور ستو وغیرہ اس کے لئے جمع کر دیا یہاں تک کہ ایک اچھی مقدار اس کے پاس جمع ہو گئی یہ سب چیزیں ایک کپڑے میں باندھ کر اسی عورت کو اونٹ پر سوار کرا دیا اور وہ کپڑا اس کے سامنے رکھ دیا پھر آپ نے اس سے فرمایا

''تم جانتی ہو کہ ہم نے تمہارے پانی میں سے کچھ کم نہیں کیا بلکہ ہم کو تو ہمارے خدا ہی نے پلایا ہے''

پھر وہ عورت اپنے گھر والوں کے پاس گئی چونکہ وہ دیر سے پہنچی تھی اس لئے انھوں نے پوچھا

اے فلاں تجھے کس نے روک لیا تھا؟

اس نے کہا

مجھے ایک عجیب واقعہ پیش آیا وہ یہ کہ مجھے دو آدمی ملے اور اس شخص کے پاس لے گئے جسے بے دین کہا جاتا ہے مگر اس نے ایسا ایسا کام کیا خدا کی قسم یا تو وہ شخص بہت بڑا جادوگر ہے یا وہ سچ مچ خدا کا رسول ہے۔

(مسلمانوں کا جذبۂ احسان مندی و شرافت ملاحظہ کیجئے کہ ایک مرتبہ اس عورت کے ذریعہ پانی حاصل کرنے کی وجہ سے نہ صرف وہ اُس کا گھر بلکہ اس کے پڑوسیوں سے بھی مسلمان رعایت کرتے تھے)

حضرت عمرانؓ کہتے ہیں اس کے بعد مسلمان اس کے آس پاس کے مشرکوں کو غارت کرتے تھے مگر ان کے مکانات کو جن میں وہ عورت تھی چھوتے بھی نہ تھے آخر اس نے ایک دن اپنی قوم سے کہا میں سمجھتی ہوں کہ یہ لوگ عمداً تمھیں چھوڑ دیتے ہیں پس کیا تمھیں اسلام سے رغبت ہے؟ تو انھوں نے اس کی بات مان لی اور سب کے سب داخل اسلام ہو گئے۔

☆☆☆☆

ابو تراب کی کنیت

حضرت سہل بن سعد سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گھر میں نہ پا کر ان سے دریافت فرمایا ''چچا کے بیٹے کہاں ہیں؟'' انھوں نے عرض کی میرے اور ان کے درمیان جھگڑا ہو گیا تھا وہ ناراض ہو کر چلے گئے اور میرے ہاں نہیں سوئے اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا دیکھو تو وہ کہاں ہیں؟ وہ دیکھ کر آیا اور عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! وہ مسجد میں سو رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے اور دیکھا کہ علی لیٹے ہوئے ہیں چادر ان کے پہلو سے گر گئی ہے اور انھیں مٹی لگ گئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جسم سے مٹی جھاڑتے اور فرماتے تھے:

''ابو تراب اٹھو۔ اے ابو تراب اٹھو''

پتھر کپڑے لے بھاگا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بنی اسرائیل کے لوگوں میں رواج تھا وہ برہنہ ہو کر سرعام نہایا کرتے تھے اور ایک دوسرے کی طرف بلا تکلف دیکھا کرتے تھے لیکن اللہ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام تنہا غسل کرتے تھے بنی اسرائیل کے لوگ کہتے موسیٰ ہمارے ساتھ غسل اس لئے نہیں کرتے کہ ان کو فتق کی بیماری ہے ایک روز حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا لباس اتار کر ایک پتھر پر رکھ دیا اور غسل کرنے لگے تو وہ پتھر ان کا لباس لے کر بھاگنے لگا حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے یہ کہتے ہوئے دوڑے ''اے پتھر ! میرے کپڑے

دے دے اے پتھر میرے کپڑے دے دے''۔ یہاں تک کہ بنی اسرائیل نے موسیٰ کے طرف دیکھ لیا اور کہا واللہ! موسیٰ کو کوئی بیماری نہیں ہے۔ حضرت موسیٰ نے اپنے کپڑے لے لئے اور پتھر کو مارنے لگے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں خدا کی قسم اس پتھر پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مار کے چھ یا سات نشان اب تک باقی ہیں۔

قدر نعمت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اس حال میں کہ ایوب برہنہ نہا رہے تھے ان کے اوپر سونے کی ٹڈیاں برسنے لگیں وہ انھیں اپنے کپڑوں میں سمٹنے لگے تو پروردگار نے آواز دی

''اے ایوب! یہ سونے کی ٹڈیاں جنھیں تم دیکھ رہے ہو کیا ہم نے تمھیں بے نیاز نہیں کر دیا؟

ایوب نے عرض کی

''ہاں قسم ہے تیری بزرگی کی تو نے مجھے تو بے نیاز کر دیا ہے لیکن مجھے تیری نعمت سے بے پرواہی نہیں ہے۔''

پانی میں برکت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ پانی کا ایک برتن منگوایا تو آپ کے سامنے ایک بڑا کٹورا لایا گیا جس میں کچھ پانی تھا آپ نے اپنی انگلیاں اس میں رکھ دیں۔ انسؓ کہتے ہیں کہ میں پانی کو دیکھ رہا تھا کہ وہ آپ کی انگلیوں کے درمیان سے جوش مار کر نکل رہا تھا پھر انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے ان لوگوں کا جنھوں نے اس پانی سے وضو کیا اندازہ کیا تو وہ ستر (70) یا اسی (80) کے درمیانی تھے۔

سب کی آنکھ لگ گئی

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے ایک شب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سفر کیا بعض لوگ کہنے لگے کاش! آپ آخری شب ہم سب لوگوں کے ساتھ آرام فرماتے اس پر آپ نے فرمایا ''میں ڈرتا ہوں کہیں تم فجر کی نماز سے غافل ہو کر نہ سو جاؤ'' بلالؓ نے عرض کی ''میں سب کو جگادوں گا'' چنانچہ سب لوگ لیٹ گئے اور بلالؓ اپنی پیٹھ اپنی اونٹنی سے ٹیک کر بیٹھ گئے مگر ان کی آنکھ پر بھی نیند غالب ہوگئی اور وہ بھی سو گئے پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے وقت بیدار ہوے کہ آفتاب کا کنارہ نکل آیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''بلالؓ تمہارا کہنا کہاں گیا'' انھوں نے عرض کی ''ایسی نیند مجھ پر کبھی نہیں ڈالی گئی''۔ آپ نے فرمایا سچ ہے اللہ نے تمہاری جانوں کو جس وقت چاہا قبض کر لیا اور جس وقت چاہا واپس کر دیا۔ بلالؓ اٹھو اور لوگوں کو نماز کے لئے اذاں دے دو پھر آپ نے وضو فرمایا اور جب آفتاب بلند اور سفید ہو گیا تو آپ کھڑے ہو گئے اور نماز ادا فرمائی۔

عفوودرگذر کی عملی تعلیم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی (گنوار آدمی) کھڑا ہو کر مسجد میں پیشاب کرنے لگا تو لوگوں نے اسے پکڑ لیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسے چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر سے پانی سے بھرا ہوا ایک ڈول ڈالدو کیونکہ تم لوگ آسانی کرنے والے پیدا کئے گئے ہو اور سختی کرنے والے نہیں پیدا کئے گئے۔

حضرت ام قیس بنت محصن سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اپنا ایک چھوٹا بچہ لے کر آئیں جو کھانا نہ کھاتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو اپنے گود میں بٹھا لیا بچہ نے آپ کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا تو آپ نے پانی منگوایا اور اس پر سے بہا دیا مگر اس کو مَل کر نہیں دھویا۔

مسجد نبوی کی تعمیر

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس کی بلندی کی طرف ایک قبیلہ جس کو بنی عمرو بن عوف کہتے ہیں کے لوگوں میں اترے اور چودہ دن تک ان میں قیام فرمایا پھر آپ نے بنی نجار کو طلب فرمایا تو وہ تلواریں لٹکائے ہوئے حاضر خدمت ہوئے (میں ایسا محسوس کرتا ہوں) کہ گویا میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھ رہا ہوں کہ آپ اپنی سواری پر تشریف فرما ہیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے بنی نجار کی جماعت آپ کو اطراف سے گھیرے ہوئے ہے۔ آپ نے اپنا سامان حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان میں اتارا اور وہیں قیام فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بات کو پسند فرماتے تھے کہ جس جگہ نماز کا وقت آجائے وہیں نماز پڑھ لیا کریں یہاں تک کہ اگر آپ بکریوں کے باڑے میں ہوں تب بھی نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ (آپ کے مقام قیام حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان سے قریب ایک مقام کو آپ نے مسجد کے لئے پسند فرمایا) تو بنی نجار کے لوگوں کو (جو اس زمین کے مالکین میں سے تھے) بلا کر فرمایا۔ تم لوگ اپنا یہ باغ میرے ہاتھ بیچ ڈالو انھوں نے عرض کی اس کی قیمت ہم اللہ بزرگ و برتر سے لے لیں گے (مگر آپ نے اس کی قیمت ادا کر کے اسے حاصل کیا) حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس باغ میں وہ چیزیں تھیں جو میں تم سے کہتا ہوں یعنی وہاں مشرکوں کی قبریں تھیں اور اس میں ایک ویرانہ تھا اور کچھ چھوہارے کے درخت تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشرکین کی قبروں کے بارے میں حکم دیا تو وہ کھود ڈالی گئیں۔ ویرانہ کے بارے میں حکم دیا تو اس کو برابر (مسطح) کر دیا گیا

درختوں سے متعلق حکم دیا تو انھیں کاٹ دیا گیا پھر دوسرے کھجور کے درخت قبلہ کی سمت لگائے گئے۔اور اس علاقہ کی بندش پتھروں سے کی گئی (جب تعمیر مسجد کا آغاز ہوا تو صحابہؓ کرام پتھر لاتے جاتے تھے اور رجز پڑھتے جاتے تھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی (پتھر لانے میں) ان کے ساتھ تھے اور آپ بھی فرماتے جاتے تھے:

اللھم لا خیر الا خیر الآخرۃ : فاغفر الانصار و المھاجرۃ

اے اللہ! آخرت کی بھلائی کے برابر کوئی اور بھلائی نہیں پس تو مہاجرین اور انصار کی ساری خطاؤں کو معاف فرمادے۔

علم غیب

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آفتاب کے ڈھلنے کے بعد باہر تشریف لائے ظہر کی نماز ادا فرمائی پھر آپ منبر پر کھڑے ہوگئے اور قیامت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا اس میں بڑے بڑے حوادث ہوں گے اس کے بعد فرمایا

''جو شخص جو کچھ پوچھنا چاہے مجھ سے پوچھ لے جو بات تم مجھ سے پوچھو گے میں بتاؤں گا جب تک میں اپنے اس مقام پر ہوں''

لوگ بے تحاشہ رونے لگے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بار بار یہی فرماتے رہے سلونی (یعنی مجھ سے کچھ پوچھو) پس عبداللہ بن حذافہ سہمے ہوئے کھڑے ہوگئے اور پوچھا ''میرا باپ کون ہے؟''

آپ نے ان سے فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے۔ پھر بار بار فرمانے لگے مجھ سے کچھ پوچھو تو عمر رضی اللہ عنہ نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر عرض کی

''ہم راضی ہیں اللہ تعالیٰ سے جو ہمارا پروردگار ہے اور اسلام سے جو ہمارا دین ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے جو ہمارے نبی ہیں''

اس پر آپ خاموش ہوگئے پھر فرمایا

جنت اور دوزخ میرے سامنے ابھی اس دیوار کے گوشے میں پیش کئے گئے تو میں

نے ایسی عمدہ چیز جیسی جنت ہے اور ایسی بری چیز جیسی دوزخ ہے کبھی نہیں دیکھی۔

یہ حدیث باب الصلوٰۃ میں ہے مگر یہی حدیث تھوڑے سے تغیر کے ساتھ باب العلم میں بھی مذکور ہے۔ وہ روایت حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ ایسے سوالات کیئے گئے جو آپ کے مزاج کے خلاف تھے (غالباً وہ سوالات غیب سے متعلق تھے) تب ہی تو آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر اعلان فرمایا کہ جو چاہے سوال کیا جائے میں اس کا جواب دوں گا۔ مگر کسی کو کوئی سوال نہیں سجھائی دیا بلکہ وہ اپنی جرأت اور غلطی پر رونے لگے۔ عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے بعد ایک اور شخص کھڑا ہو گیا اور اس نے بھی یہی سوال پوچھا

''میرا باپ کون ہے؟''

آپ نے اس سے فرمایا تیرا باپ سالم ہے شیبہ کا مولیٰ۔

(باقی حدیث وہی ہے جو مذکور ہو چکی ہے)۔

دوہری عید

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن ایک یہودی نے اُن سے کہا اے امیر المومنین! تمہاری کتاب (قرآن مجید) میں ایک ایسی آیت ہے جس کو تم پڑھتے ہو اگر ہم پر یعنی یہودیوں پر وہ آیت نازل ہوتی تو ہم اس دن کو جس دن وہ نازل ہوئی اپنی عید کا دن بنا لیتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا وہ کون سی آیت ہے یہودی نے آیت پڑھی ''**الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناًO**'' (آج کے دن ہم نے تم پر تمہارے دین کو مکمل کر دیا اپنی نعمت کو تم پر تمام کر دیا اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا) عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر کہنے لگے بے شک ہم نے اس دن کو اور اس مقام کو یاد کر لیا ہے جس میں یہ آیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دن عرفہ میں مقیم تھے اور وہ جمعہ کا دن تھا (یعنی کوئی نئی عید قائم کرنے کی کیا ضرورت ہے اس دن تو دوہری عید تھی یعنی ایک تو جمعہ پھر یوم عرفہ)

گستاخانِ رسول کا انجام

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ہجرت سے قبل) ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ کے قریب نماز پڑھ رہے تھے۔ ابو جہل اور اس کے چند دوست بھی (قریب) بیٹھے ہوئے تھے کہ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کیا تم میں سے کوئی شخص فلاں قبیلہ کی اونٹنی کا بچہ دان یا اوجھڑی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی پیٹھ پر رکھ دے گا جبکہ وہ سجدے میں جائیں چنانچہ سب سے زیادہ بد بخت (عقبہ) اٹھا اور اس کو لا کر دیکھتا رہا جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدے میں گئے تو اس نے اس کو آپ کی پیٹھ پر رکھ دیا۔ میں یہ حال دیکھ رہا تھا مگر کچھ نہ کر سکتا تھا (کیونکہ میں اکیلا تھا) کاش میرے ساتھ بھی کچھ لوگ ہوتے۔ وہ لوگ ہنسنے لگے اور (خوشی کے مارے) ہنستے ہنستے ایک دوسرے پر گرنے لگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدے میں تھے اور اپنا سر نہ اٹھا سکتے تھے یہاں تک کہ بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں اور اُسے آپ کی پیٹھ پر سے ہٹا دیا پس رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سر اٹھایا اور فرمایا ''اللھم علیك بقریش '' (قریش کی ہلاکت کو اپنے اوپر لازم فرمالے) یہ کلمہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا جو اُن لوگوں کو بہت بُرا معلوم ہوا کیونکہ آپ نے انھیں بددعا دی تھی اور وہ جانتے تھے کہ اس شہر (مکہ مکرمہ) میں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ (اور یہ تو نبی کی بددعا تھی) پھر آپ نے (خبیثوں) کے نام لئے اے اللہ ابو جہل کی ہلاکت کو اپنے اوپر لازم کر اور عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، اُمیہ بن خلف اور عقبہ بن ابی مُحیط کی ہلاکت کو بھی لازم کر

اور ساتویں کا نام راوی کو یاد نہیں رہا۔ پس قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں نے ان لوگوں کو جن کا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لیا تھا بدر کے کنویں میں بحالت مرگی (موت) گرا ہوا دیکھا ہے۔

گستاخ رسول کو زمین بھی قبول نہیں کرتی

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک نصرانی نے اسلام قبول کیا سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران پڑھ لی وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کتابت وحی بھی کرنے لگا مگر وہ پھر (مرتد) ہو گیا اور نصرانی بن گیا کہنے لگا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو صرف اتنا ہی جانتے ہیں جتنا میں نے اُن کے لئے لکھ دیا ہے (ان گستاخانہ کلمات کی ادائی کے) کچھ دنوں بعد وہ فوت ہو گیا اور لوگوں نے اس کو دفن کر دیا مگر صبح کو دیکھا تو زمین نے اس کی لاش کو باہر پھینک دیا تھا جس پر (اس کے لوگوں نے) کہا یہ تو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے اصحاب کا فعل ہے کہ وہ ان کے ہاں سے بھاگ آیا تھا اس لئے انھوں نے ہمارے ساتھی کی قبر کھود ڈالی چنانچہ ان لوگوں نے قبر میں رکھ کر اور بہت گہرا دفن کیا (یعنی کافی گہری قبر بنائی) مگر صبح کو دیکھا تو اس کی لاش کو زمین نے پھر باہر پھینک دیا تھا۔ اب کی بار بھی ان لوگوں نے یہی کہا کہ یہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے اصحاب کا فعل ہے کہ انھوں نے ہمارے ساتھی کی قبر کھود ڈالی کیونکہ وہ ان کے پاس سے بھاگ آیا تھا چنانچہ انھوں نے اس کی قبر بنائی اور جتنا اُن کے امکان میں تھا اتنا گہرا گڑھا کھود کر اس میں اس کی لاش کو دفن کیا۔ پھر جب صبح ہوئی اور دیکھا تو اس کی لاش زمین کے باہر پڑی ہوئی تھی کیونکہ زمین نے اسے قبول نہ کر کے باہر پھینک دیا تھا اب تو سب ہی لوگوں نے سمجھ لیا کہ یہ بات تو آدمیوں کی طرف سے نہیں (بلکہ اللہ کی طرف سے ہے)

بغض علیؓ کی ممانعت

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خالد بن ولید کے پاس خمس وصول کرنے کے لئے بھیجا (میں بھی اس وقت خالد کے پاس موجود تھا) اور میرے دل میں علیؓ سے عداوت تھی حضرت علی رضی اللہ عنہ جب تشریف لائے تو وہ غسل فرمائے ہوئے تھے میں نے خالد سے کہا کیا تم انھیں نہیں دیکھے کہ (کیسے بن سنور کر آئے ہیں) جب ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میں نے آپ کے سامنے اس بات کا ذکر کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے بریدہ ! کیا تو علیؓ سے عداوت رکھتا ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں آپ نے فرمایا تو علیؓ سے عداوت نہ رکھ کیونکہ علیؓ کا خمس میں اس سے زیادہ حق ہے۔

عظمت حسین رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُن سے کسی شخص نے ایک مسئلہ پوچھا کہ حالت احرام میں کوئی اگر مکھی مار دے تو اس کے لئے کیا حکم ہے انھوں نے کہا اہل عراق مکھی کے قتل کا مسئلہ پوچھتے ہیں حالانکہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی کے صاحبزادے (نواسے) کو شہید کر دیا ہے حالانکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ یہ دونوں (نواسے حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما) میری دنیا کی آرائش ہیں۔

پہلی وحی

اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا
سب سے پہلی وحی جو رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر شروع ہوئی وہ اچھے اچھے خواب تھے چنانچہ جو کوئی خواب آپ دیکھتے تھے وہ صبح کی روشنی کی طرح صاف ظاہر ہو جاتا تھا پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو تنہائی کی محبت عطا کی گئی اور آپ غار حرا میں جا کر تنہا رہنے لگے (آپ اپنے ساتھ توشہ لیکر وہاں جاتے) اور کئی کئی دن مسلسل عبادت و ریاضت میں گذارا کرتے پھر جب توشہ ختم ہو جاتا تو اپنے گھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس واپس لوٹ آتے اور توشہ لے کر دوبارہ غار حرا کو چلے جاتے۔
حتیٰ کہ آپ غار حرا ہی میں تھے کہ آپ پر (باقاعدہ) پہلی وحی آ گئی یعنی ایک فرشتہ آیا اور آپ سے کہنے لگا
''پڑھئے''
آپ نے فرمایا
''میں پڑھنے والا نہیں ہوں''
آپ فرماتے ہیں
''پھر مجھے فرشتے نے پکڑ لیا اور زور سے دبایا یہاں تک کہ مجھے تکلیف ہوئی اس نے مجھے چھوڑا اور کہا ''پڑھئے''
تو میں نے پھر کہا
''میں پڑھنے والا نہیں ہوں''
فرشتے نے مجھے پکڑ کر پھر زور سے دبایا یہاں تک کہ مجھے تکلیف ہوئی پھر چھوڑ کر کہا ''پڑھئے''
تو میں نے پھر کہا

''میں پڑھنے والا نہیں ہو''

آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرماتے ہیں کہ فرشتے نے مجھے پھر پکڑ لیا اور تیسری بار خوب زور سے دبا کر مجھ سے کہا

''اقرأ باسم ربک الذی خلق O خلق الانسان من علق O اقرأ وربک الاکرم O الذی علم بالقلم O علم الانسان مالم یعلم'' یعنی (پڑھیۓ اپنے رب کے نام سے جس نے (ہر چیز کو) پیدا کیا۔ انسان کو جمے ہوے خون سے پیدا کیا۔ آپ کا پروردگار سب سے بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا)

اس واقعہ سے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا دل دہلنے لگا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور فرمایا

''مجھے کمبل اُڑھادو'' ''مجھے کمبل اُڑھادو''

تو لوگوں نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو کمبل اُڑھا دیا یہاں تک کہ جب آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دل کو تسکین ہوئی تو آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سب ماجرا سنایا اور فرمایا

''مجھے اپنی جان کا خوف ہے''

خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا

ہرگز نہیں اللہ تعالی آپ کو کبھی پریشان نہیں کریگا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سب رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں سب کا بوجھ اٹھاتے ہیں بُرائیوں کو دُور فرماتے اور حق کے راستہ میں مصیبت اٹھاتے ہیں

پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو لے کر ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں جو ان کے چچا کے بیٹے تھے ورقہ زمانہ جاہلیت میں نصرانی ہوگئے تھے وہ بوڑھے آدمی تھے اور جس قدر ہوسکتا انجیل کو عبرانی زبان میں لکھا کرتے تھے۔ اُن کی آنکھ کی روشنی بھی جا چکی تھی

خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا

''اے میرے چچا کے بیٹے! اپنے بھتیجے (نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ان کا حال سنو۔

ورقہ بولے

''اے میرے بھتیجے! تم کیا دیکھتے ہو؟''

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ دیکھا تھا ان سے بیان کر دیا ورقہ نے کہا

''یہی وہ فرشتہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ پر نازل فرمایا تھا۔ اے کاش! میں اس زمانہ میں (جب آپ اعلان نبوت فرمائیں گے) جوان ہوتا۔ اے کاش میں اس وقت زندہ ہی رہ جاتا جب آپ کی قوم آپ کو مکہ سے نکالے گی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سن کر تعجب فرمایا

''کیا لوگ مجھے (مکہ) سے نکالیں گے''

ورقہ نے کہا

''ہاں جس کسی نے آپ جیسی بات کی اس سے ہمیشہ دشمنی کی گئی اگر مجھے آپ کی نبوت کا زمانہ مل گیا تو آپ کی بہت زوردار مدد کروں گا''

چند روز بعد ہی ورقہ کی وفات ہوگئی اور وحی کا آنا بھی کچھ عرصہ کے لئے بند رہا۔

دوسری وحی

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وحی کے رُک جانے کا حال بیان کرنے لگے تو یہ بھی فرمایا کہ ایک دن میں چلا جا رہا تھا کہ یکایک میں نے آسمان سے ایک آواز سنی تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہی فرشتہ جو غار حرا میں میرے پاس تھا ایک کرسی پر زمین اور آسمان کے بیچ میں معلق بیٹھا ہوا ہے میں اس سے ڈر گیا اور (وہیں سے) گھر لوٹ آیا اور کہا مجھے کمبل اُڑھا دو۔ مجھے کمبل اُڑھا دو (اور ایک چادر اوڑھ کر لیٹ گیا) اللہ تعالیٰ نے (یہ آیتیں نازل فرمائیں)

''یاایھا المدثر O قم فانذر O وربک فکبر O وثیابک فطھر O والرجز فاھجر O''

اے چادر اوڑھے ہوئے (نبی) اٹھئے اور لوگوں کو ڈرایئے اور اپنے رب کی بزرگی بیان فرمایئے اور اپنے کپڑوں کو پاک صاف رکھئے اور (ہر قسم کی) ناپاکی سے دور رہئے۔

(اسی دوسری وحی کے نزول کے بعد) وحی کی آمد خوب گرم ہوگئی اور لگاتار آنے لگی۔

حضور اکرم ﷺ کی عظمت کا اعتراف ہرقل کے دربار میں

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان سے ابوسفیان بن حرب نے اس ساری گفتگو کی تفصیل بیان کی جو اُن کے اور ہرقل کے درمیان ہوئی تھی۔ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صلح حدیبیہ کے بعد جب کفار قریش کی طرف سے اطمینان حاصل ہوا تھا تو عرب کے قرب و جوار کے بادشاہوں کو خطوط بھیجے اور انھیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ ہرقل روم کے شہنشاہ کا نام اور قیصر اس کا لقب تھا اس زمانہ میں روم کا شہنشاہ قیصر ٗ ایران کا شہنشاہ کسریٰ ٗ ترکستان کا خاقان ٗ حبشہ کا نجاشی ٗ قبطہ کا فرعون اور یمن کا تبع کہلاتے تھے۔ روم کی سلطنت کے حدود شام اور فلسطین تک پھیلے ہوے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خط وصول ہونے کے کچھ ہی بعد شہنشاہ روم ہرقل فلسطین کو آیا کیونکہ وہ عیسائی تھا اور فلسطین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقام ولادت ہونے کی وجہ سے سارے عیسائیوں کے لئے انتہائی اہم زیارت گاہ کی حیثیت رکھتا ہے اور اسلام سے پہلے تو ساری دنیائے عیسائیت کے مرکزی مقام کی حیثیت فلسطین ہی کو حاصل تھی۔

فلسطین پہنچ کر ہرقل کو اطلاع ملی کہ مکہ والوں کا ایک تجارتی قافلہ اس وقت فلسطین میں موجود ہے۔ فطری طور پر اس کو خواہش ہوئی کہ وہ اس قافلہ والوں سے ملے اور حضور علیہ السلام کے بارے میں معلومات حاصل کرے جنھوں نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا ہے اور خود اس کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی ہے۔

ابوسفیان کہتے ہیں کہ ایک قاصد کے ذریعہ ہرقل نے انھیں اور ان کے ساتھیوں کو اپنے پاس

بلوا بھیجا۔ جب ابوسفیان اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس کے دربار میں پہنچے تو دیکھا کہ وہ عمائد روم کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے اس نے ان لوگوں کو اپنے قریب بلایا پھر ترجمان کو طلب کیا تو ترجمان کی مدد سے دونوں کے درمیان گفتگو ہوئی۔

ترجمان نے ان سے پوچھا کہ ''تم لوگوں میں کون شخص ان سے سب سے زیادہ قریب ہے جنھوں نے اپنی نبوت کا اعلان فرمادیا ہے'' ابوسفیان نے کہا کہ ''میں ان لوگوں میں سب سے زیادہ نسب میں ان سے قریب ہوں'' ہرقل نے کہا ''ان کو (ابوسفیان کو) مجھ سے قریب کردو اور ان کے ساتھیوں کو ان کے پیچھے ان سے قریب بٹھادو'' پھر ہرقل نے ترجمان سے کہا ''ان سے کہدو کہ میں اس شخص (ابوسفیان) سے ان مدعی نبوت کے بارے میں سوالات پوچھوں گا اگر یہ کہیں غلط بیانی کریں تو تم لوگ اسی وقت ان کی تکذیب کردینا۔'' ابوسفیان نے کہا ''خدا کی قسم اگر مجھے اس بات کی شرم نہ ہوتی کہ میرے ساتھی میرے جھوٹ کو ظاہر کردیں گے تو میں ضرور جھوٹ بولتا۔''

سب سے پہلی بات جو ہرقل نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے متعلق پوچھی وہ یہ تھی کہ

''تم لوگوں میں ان کا نسب کیسا ہے'' میں نے کہا ''وہ ہم میں عالی نسب ہیں'' پھر اس نے پوچھا ''تم لوگوں میں یہ بات (دعوی نبوت) ان سے پہلے بھی کسی نے کی تھی'' میں نے جواب دیا ''نہیں'' اس نے پوچھا ''کیا ان کے باپ دادا میں کوئی بادشاہ گذرا ہے؟'' میں نے کہا ''نہیں'' اس نے پوچھا ''اُن کی اتباع اونچے درجے کے لوگوں نے کی ہے یا دبے ہوئے معمولی لوگوں نے۔'' میں نے کہا ''دبے ہوئے لوگوں نے'' ہرقل نے دریافت کیا ''ان کے متبعین بڑھتے جارہے ہیں یا کم ہورہے ہیں'' میں نے کہا ''وہ کم نہیں ہورہے ہیں بلکہ بڑھتے جارہے ہیں'' اس نے پوچھا ''کیا کوئی ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد پھر اُسے ناپسند کرکے واپس بھی ہوجاتا ہے'' میں نے کہا ''نہیں'' اب اس نے پوچھا ''کیا اس بات (دعوۂ نبوت) سے پہلے لوگ ان پر جھوٹا ہونے کی تہمت بھی

لگاتے تھے‘‘ میں نے کہا ’’نہیں‘‘ اس نے پوچھا ’’کیا وہ وعدہ خلافی کرتے ہیں‘‘ میں نے کہا ’’نہیں لیکن ابھی ابھی ہم نے ان سے معاہدہ مصالحت کیا ہے نہیں معلوم وہ اس معاہدہ میں کیسے رہتے ہیں‘‘ ابوسفیان کہتے ہیں مجھے سوائے اس جملہ کے کوئی اور بات اپنی طرف سے ملانے کا کوئی موقع نہ ملا کہ جس سے میں ان کی تنقیص کر سکتا۔‘‘ ہرقل نے پوچھا ’’کیا تمہارے اور ان کے درمیان جنگ بھی ہوئی ہے‘‘ میں نے کہا ’’ہاں‘‘ اس نے پوچھا ’’پھر کیا نتیجہ نکلا‘‘ میں نے کہا ’’ان کے اور ہمارے درمیان جنگ ایک ڈول کی طرح رہی کبھی ان کے ہاتھ میں اور کبھی ہمارے ہاتھ میں یعنی (کبھی وہ کامیاب کبھی ہم کامیاب)‘‘ اس نے پوچھا ’’وہ کن باتوں کا حکم دیتے ہیں‘‘ میں نے کہا ’’وہ فرماتے ہیں کہ صرف اللہ کی عبادت کرو کسی کو اس کا شریک مت سمجھو تمہارے باپ دادا جو کچھ شرک و کفر کی باتیں کرتے تھے انھیں چھوڑ دو اور ہم کو نماز پڑھنے کا سچ بولنے کا پاک دامنی کا اور صلۂ رحمی کا حکم دیتے ہیں‘‘

تو اس نے ترجمان سے کہا ’’اس شخص (ابوسفیان) سے کہو کہ میں نے تم سے ان کے نسب کے بارے میں دریافت کیا تو تم نے بتایا کہ وہ تم میں عالی نسب ہیں اور سارے رسول اسی طرح عالی نسب ہی ہوے ہیں میں نے تم سے پوچھا کہ کیا یہ بات (اعلان نبوت) پہلے بھی کسی نے کہی ہے تو تم نے بتایا کہ نہیں اگر تم میں پہلے بھی کسی نے ایسی بات کہی ہوتی تو میں کہتا کہ پہلے کہی ہوی بات ہی کو یہ دہرا رہے ہیں (نقل کر رہے ہیں) میں نے پوچھا کہ کیا ان کے باپ دادا میں کوئی بادشاہ گذرا ہے تو تم نے بتایا کہ نہیں اگر ان میں کوئی بادشاہ گذرا ہوتا تو میں سمجھتا کہ یہ (کھویا ہوا) آبائی ملک واپس حاصل کرنا چاہتے ہیں میں نے پوچھا کہ کیا اس بات سے پہلے تم ان کو جھوٹ سے متہم کرتے تھے یعنی جھوٹا کہا کرتے تھے تو تم نے بیان کیا کہ نہیں میں اتنی بات یقینی طور پر جانتا ہوں کہ یہ صاحب جب انسانوں پر جھوٹ نہیں باندھتے تو اللہ پر بھی ہرگز جھوٹ نہ باندھیں گے‘ میں نے پوچھا کہ ان کی اتباع اونچے طبقے کے لوگوں نے کی ہے یا دبے ہوے طبقے کے لوگوں نے تو تم نے

بتایا کہ دبے ہوئے پست طبقے کے لوگ ہی زیادہ تر اُن کے متبعین ہیں سارے رسولوں کے متبعین ابتداء میں پست طبقے کے لوگ ہی ہوئے ہی میں نے پوچھا تھا کہ ان کے متبعین بڑھتے جاتے ہیں یا کم ہوتے جاتے ہیں تو تم نے بتایا کہ بڑھتے جاتے ہیں یہی حال ایمان کا ہے یہاں تک کہ مکمل ہوجائے (یعنی کیفیت ایمان بھی مومن میں بڑھتی جاتی ہے یہاں تک کہ ایمان اپنے درجہ کمال کو پہنچ جاتا ہے) میں نے تم سے پوچھا تھا کہ کیا کوئی ان میں داخل ہونے کے بعد اسے ناپسند کر کے واپس بھی ہوجاتا ہے تو تم نے کہا کہ نہیں حقیقت میں دلوں کی تازگی اور بشاشت ایمان سے ہوتی ہے اور اس حلاوت کو چھوڑ کر پھر کوئی نہیں جاتا میں نے پوچھا کہ کیا وہ وعدہ خلافی عہد شکنی کرتے ہیں تو تم نے نفی میں جواب دیا اور یہی رسولوں کی شان ہے کہ وہ عہد شکنی نہیں کرتے۔ میں نے تم سے سوال کیا تھا کہ وہ تمھیں کن باتوں کی تعلیم دیتے ہیں تو تم نے بتایا کہ وہ تمھیں بت پرستی سے منع کرتے ہیں اللہ کی عبادت کا حکم دیتے اور شرک کرنے سے روکتے ہیں وہ تم لوگوں کو نماز کی پابندی، سچ بولنے اور پاک دامنی کا حکم دیتے ہیں اگر تمہاری کہی ہوئی یہ ساری باتیں سچ ہیں تو بے شک اللہ کے نبی ہیں بہت جلد وہ میرے پاؤں کے نیچے کی اس زمین (فلسطین) کے مالک ہوجائیں گے مجھے یقین تھا کہ وہ ظاہر ہونے والے ہیں لیکن یہ امید نہیں تھی کہ وہ تم میں ظاہر ہوں گے۔ اگر مجھے کچھ بھی آس ہوتی کہ میں ان تک پہنچ سکوں گا تو ان کے قدم مبارک کو اپنے ہاتھوں سے دھوتا پھر اپنے ملازموں کو آواز دے کر وہ خط منگوایا جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے نام بھجوایا تھا حضور علیہ السلام نے اپنا خط مبارک حضرت دحیہ کلبی (مشہور صحابی) کے ذریعہ حاکم بصرہ کے پاس روانہ فرمایا کہ وہ اسے ہرقل کے پاس بھیج دے ہرقل نے خود خط کا مضمون پڑھا جو اس طرح تھا۔ (ترجمہ)

''اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان اور رحم والا ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے بندے اور اس کے رسول کی جانب سے ہرقل شاہ روم کے نام۔ سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ میں تجھ کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ مسلمان ہوجا سلامت رہے گا۔ اللہ تعالیٰ تجھے دوگنا اجر عطا فرمائے گا (یعنی ایک تیرے اسلام لانے کا اجر دوسرے تیری قوم

کے قبول اسلام کا اجر۔(اس لئے کہ لوگ بالعموم اپنے بادشاہوں کے دین پر چلا کرتے تھے)
اگر تو نے میری دعوت قبول نہ کر کے روگردانی کی تو تیری رعایا کے کفر وشکر کا گناہ بھی تجھ ہی
کو ہوگا اور اے اہل کتاب ایسے کلمہ کی طرف آجا جو تمہارے اور ہمارے درمیان مشترک
ہے اور یہ کہ ہم سوائے خدا کے کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور
ہم میں کوئی ایک دوسرے کو رب نہ ٹھہرائے سوائے خدا کے۔اس کے بعد بھی اہل کتاب
نہ مانیں تو تم کہہ دو۔گواہ رہنا کہ ہم مسلمان ہیں"

ابوسفیان نے کہا ہرقل جب مجھ سے سوال و جواب کر چکا اور خط پڑھنے سے بھی فارغ ہوا تو اس کے
دربار میں ہر طرف سے شور و پکار ہونے لگا اور آوازیں بلند ہوتی گئیں تو ہمارے بارے میں حکم دیا
گیا اور ہم دربار سے باہر نکال دئے گئے۔میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا دیکھو ابو کبشہ کے بیٹے
(محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شان کتنی بڑھ گئی ہے کہ بنی اصفر کا بادشاہ بھی اس سے خوف کھانے لگا ہے (بنی
اصفر سے مراد روم کے باشندے ہیں جنھیں عرب کے لوگ بنی اصفر کہتے تھے ابو کبشہ کے بارے
میں مختلف روایات میں سب کا ماحصل یہ کہ کسی کی تحقیر کے لئے اسے ابو کبشہ کی اولاد کہہ دیا جاتا تھا
چونکہ ابوسفیان بھی حالت کفر میں تھے اس لئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں عداوتاً یہ لفظ
استعمال کیا) اس وقت سے مجھے یقین ہونے لگا تھا کہ بہت جلد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غالب
آجائیں گے یہاں تک اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں بھی اسلام داخل فرما دیا۔

نماز میں مقتدیوں کی رعایت

یہ بات ہم میں سے اکثر لوگ محسوس کر رہے ہیں کہ امام صاحبین مقتدیوں کی پرواہ کئے بغیر نماز کو بہت طویل کر دیتے ہیں اور کبھی اتنے مختصر رکوع و سجود کہ مقتدی امام کی اتباع کرنے میں پریشان ہوجاتے ہیں۔ نماز میں اعتدال کا حکم ہے مسجد کے محل وقوع، عمارت اور مقتدیوں کے حالات اور اس مناسبت سے ان کی سہولت پیش نظر رکھنا ائمہ کے لئے بیحد ضروری ہے محلّہ کی مسجد کے احکام اور ہیں بازار کی مسجد کے احکام اور ہیں جن مساجد کے اطراف مدارس، کالجس اور دفاتر وغیرہ ہیں تو مقتدیوں کی کثرت چونکہ ان ہی پر مشتمل ہوتی ہے اور ان لوگوں کو وقت کی پابندی ضروری ہوتی ہے اس لئے ائمہ کو چاہئے کہ نماز پڑھاتے وقت ان کا خیال ملحوظ رکھیں حضرت ابو سعید انصاریؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی یا رسول اللہ ! میں نماز جماعت کے ساتھ نہ پاسکوں گا کیونکہ فلاں شخص ہمیشہ بڑی طویل نماز پڑھایا کرتا ہے ابو مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نصیحت کرنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس دن سے زیادہ غصہ میں کبھی نہیں دیکھا آپ نے فرمایا اے لوگو! تم لوگوں کو دین سے نفرت دلانے والے ہو دیکھو ! جو کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے تو اسے چاہئے کہ ہر رکن میں تخفیف کرے کیونکہ مقتدیوں میں مریض ہوتے ہیں، کمزور بھی اور کچھ ضرورت والے بھی (ان سب کی رعایت ہونی چاہئے)۔

ایک بڑا اہم سوال؟

کچھ لوگ تحریک صلوٰۃ چلا رہے ہیں نماز کی اہمیت سے ناواقف لوگوں کو واقف کروا رہے ہیں۔ غافلوں کو جھنجھوڑنا اور نماز کا پابند بنانے کی کوشش کرنا یقیناً قابل تعریف کام ہیں اس جماعت کے ادنیٰ سے اعلیٰ تک تمام کارکن لوگوں کو ڈراتے ہیں کہ قیامت کے دن جب حساب کتاب ہوگا نامۂ اعمال کھولا جائے گا تو پہلی پرسش نماز سے متعلق ہوگی۔ یہ بات سوفیصد صحیح ہے کون کافر ہے جو اس قول کی صداقت سے انکار کرے مشہور ہی ہے۔

روز محشر کہ جاں گداز بود　　اولیں پرسش نماز بود

ہم ان لوگوں کو یہ یاد دلانا چاہتے ہیں کہ نماز سے متعلق سوال تو میدان قیامت میں کیا جائے گا لیکن رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے متعلق سوال تو اس سے بھی بہت پہلے کیا جائے گا یعنی دنیاوی زندگی ختم ہوتے ہی آخرت کی زندگی اسی سوال سے شروع ہوگی اور ساری اخروی زندگی کا دارومدار اسی سوال کا صحیح جواب دینے پر منحصر ہے۔ نماز کا تعلق عمل سے ہے جبکہ اس سوال کا تعلق ایمان سے ہے۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شبیہ مبارک دکھائی جائے گی اور پوچھا جائیگا کہ یہ کون ہیں تو کیا جواب دو گے؟ وہاں بھی فرشتوں کے سامنے اپنا برابری برادری والا عقیدہ پیش کرو گے؟ اور اگر کرو گے تو کیا انجام ہوگا؟

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتی ہیں میں ایک روز اپنی بہن حضرت عائشہ رضی

اللہ عنہا سے ملنے کے لئے گئی وہ اس وقت نماز پڑھ رہی تھیں میں نے ان سے پوچھا لوگوں کا کیا حال ہے؟ (یعنی اس قدر گھبرائے ہوئے کیوں ہیں) انھوں نے آسمان کی طرف اشارہ کیا (کہ دیکھو سورج میں گہن ہے) پھر اتنے مین سب لوگ نماز کسوف کے لئے کھڑے ہوگئے تو بی بی عائشہ نے کہا سبحان اللہ۔ میں نے پوچھا یہ گہن کوئی علامت (عذاب) ہے انھوں نے اپنے سے اشارہ کیا کہ۔ ہاں۔ پھر میں بھی نماز کے لئے کھڑی ہوگئی (اتنی طویل نماز) کہ مجھ پر غشی طاری ہوگئی تو میں اپنے سر پر پانی ڈالنے لگی جب نماز ہو چکی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (خطبہ ارشاد فرمایا) خدا کی حمد و ثنا بیان کر کے فرمایا جو چیز مجھے اب تک نہ دکھائی گئی تھی اس کو میں نے اسی وقت اپنی اس جگہ کھڑے کھڑے دیکھ لیا یہاں تک جنت اور دوزخ کو بھی۔ میری طرف وحی بھیجی گئی ہے کہ قبروں میں تمہاری آزمائش ہوگی مسیح دجال کے فتنہ جیسی یا اس کے قریب قریب۔ چنانچہ پوچھا جائے گا تجھے ان صاحب (یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصویر دکھا کر) سے کیا واقفیت ہے' تو مومن یا موقن راوی کو شک ہے کہ حضرت اسماء نے دونوں میں سے کون سا لفظ فرمایا تھا ویسے معانی دونوں کے ایک ہی ہوتے ہیں مومن یعنی ایمان رکھنے والا موقن ایقان رکھنے والا کہے گا یہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں جو ہمارے پاس معجزات اور ہدایت لے کر آئے تھے ہم نے ان کی بات مان لی اور ان کی پیروی کی۔ یہ محمد ہیں! محمد ہیں!! یہ محمد ہیں!!! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) چنانچہ اس سے کہہ دیا جائے گا کہ تو آرام سے سو جا۔ بے شک ہم نے جان لیا کہ ''تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان رکھتا ہے لیکن منافق یا شک رکھنے والا کہے گا میں (اصل حقیقت) نہیں جانتا ہاں لوگوں کو ان کی نسبت جو کہتے سنتا تھا وہی میں بھی کہا کرتا تھا۔

تحویل قبلہ

اللہ تعالٰی نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو امتیازی وصف سے سرفراز فرمایا وہ آپ کی بے مثلیت ہے ہر وہ چیز جس کو آپ سے نسبت ہے وہ بے مثال ہے۔ آپ کی کتاب بے مثال' آپ کا قبلہ بے مثال' آپ کے ازواج مطہرات بے مثال' آپ کے اہل بیت اطہار بے مثال' آپ کے صحابہ بے مثال یہاں تک کہ آپ کی امت بھی بے مثال ہے ابتداءً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے گویا بیت المقدس کو آپ کے اور آپ کی امت کے قبلہ کی حیثیت حاصل تھی مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دلی خواہش تھی کہ کعبہ شریف کو آپ کے لئے قبلہ بنا دیا جائے آپ حالت نماز میں تھے کہ آپ پر "فلنولینک قبلة ترضٰها" والی آیت نازل ہوئی آپ نے نماز ہی میں اپنا رُخ بیت المقدس سے کعبہ شریف کی طرف پھیر دیا۔ تاریخ عالم ایسے کسی مذہبی پیشوا کی نظیر نہیں پیش کر سکتی کہ جس کے متبعین کے بغیر کچھ پوچھے جانے اور بغیر تاخیر کے فوراً اتباع کی ہو کسی اور نبی کی امت ہوتی تو وہ سوچتے کہ نماز کے بعد نبی سے استفسار کریں گے کہ آپ نے اپنا رخ کیوں بدلا ہے اس کی وجہ کیا ہوئی؟ از خود آپ نے ایسا کیا ہے یا اللہ تعالٰی کی طرف سے کوئی حکم آیا ہے؟ یہ حکم آپ کیلئے آیا ہے یا ساری امت کیلئے؟ مگر بے مثل نبی کیلئے بے مثل صحابہ نے بلا تامل و بلا تاخیر اسی وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں اپنا رُخ پھیر دیا یہ خود ہی بہت حیرت انگیز بات ہے مگر اس سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ وہاں سے کچھ فاصلہ پر دوسری جگہ کچھ صحابہ حالت نماز

میں تھے اور ان کو ایک صحابی کے ذریعہ یہ پیغام پہنچا کہ قبلہ تبدیل کر دیا گیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبۃ اللہ کی طرف رخ کر کے نماز ادا فرمائی ہے یہ سنتے ہی ساری جماعت نے بھی بلا تحقیق اور بلا چون و چرا اپنا رخ کعبہ کی طرف کر لیا اس سے کئی باتیں معلوم ہوتی ہیں مثلاً صحابہ کرام کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں سے محبت و اتباع رسول میں مستعدی' صحابہ کرام کا ایک دوسرے پر اعتماد یعنی صحابی نے اگر کہا ہے تو سچ ہی کہا ہے وہ جھوٹ نہیں بول سکتا بخاری شریف کی حدیث ملاحظہ کیجئے۔

''حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو میرے ننھیال میں اترے جو انصار تھے مدینہ آنے کے بعد سولہ یا سترہ مہینے آپ نے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی مگر آپ کو یہ اچھا معلوم ہوتا تھا کہ آپ کا قبلہ کعبہ کی طرف ہو جائے۔ چنانچہ (آپ کے حسب منشاء) ہو گیا اور سب سے پہلی نماز جو آپ نے کعبہ کی طرف رخ کر کے پڑھی وہ عصر کی نماز تھی جو لوگ نماز میں آپ کے ساتھ تھے ان میں سے ایک شخص نکلا اور ایک ایسی مسجد پر سے اس کا گذر ہوا جہاں کچھ لوگ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز ادا کر رہے تھے تو اس نے پکار کر کہا میں اللہ کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی ہے یہ سنتے ہی وہ لوگ جس حالت میں تھے اسی حالت میں کعبہ کی طرف گھوم گئے۔ جب آپ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے تھے تو یہود اور جملہ اہل کتاب بہت خوش ہوتے تھے مگر آپ نے جب اپنا منہ کعبہ کی طرف پھیر لیا تو یہ ان لوگوں کو ناگوار ہوا۔''

اللہ تعالیٰ نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسب مرضی قبلہ مقرر فرما دیا کوئی خوش ہو یا ناخوش اس سے ہم کو کیا ؎

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم   خدا چاہتا ہے رضائے محمد

معراج مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

معراج کا واقعہ تاریخ اسلام ہی کا نہیں بلکہ ساری تاریخ انسانیت کا عظیم الشان واقعہ ہے۔
معراج سے متعلق روایات کئی احادیث میں ہیں اور مختلف راویوں نے اس کو مختلف انداز میں بیان فرمایا ہے۔ ایک حدیث میں ایک چیز ملتی ہے تو دوسری میں نہیں اس طرح روایات میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے لیکن یہ اختلافات بالکل فطری ہیں اس کو ہم اس طرح سمجھ سکتے ہیں کہ جیسے کسی شخص نے کسی مقام کا سفر کیا ہو اس کی واپسی پر اگر اس سے اس مقام کے بارے میں وہاں کی آب وہوا کے بارے میں اور وہاں کے لوگوں کے بارے میں سوالات کریں تو وہ لوگوں کو ان کے سوال کے مطابق جواب دے گا اور اگر وہ خود اپنے سفر کے حالات اپنے مشاہدات اور اپنے تجربات بیان کرے تو بھی اپنے سامعین کی عمر و عقل، ان کے علم وفہم اور ان کے ذوق ورجحان کے مطابق ان سے وہی باتیں کہے گا جو سامعین کے مناسب حال ہوں پھر وہ سامعین جب اس شنیدہ کیفیت کو دوسروں کے سامنے بیان کریں گے تو بھی کم وبیش ان ہی امور کو پیش نظر رکھیں گے اس طرح سارا واقعہ معراج ایک ہی حدیث میں نہیں مل جاتا بلکہ کئی احادیث میں منتشر ہے۔ حضرت امام بخاری نے نماز کی فرضیت کے ضمن میں واقعہ معراج کے جس حصہ کو بیان فرمایا وہ اس طرح ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے سنا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا (ہجرت سے قبل ابھی) میں مکہ مکرمہ میں تھا ایک رات (اچانک) میرے گھر کی چھت کھل گئی جبرئیل علیہ السلام اُترے (اُتر کر) انھوں نے پہلے میرے سینے کو چاک کر کے آب زمزم سے دھویا پھر ایک سونے کا طشت لائے جو ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا تھا اور اُسے میرے سینہ میں اُنڈیل دیا پھر میرے سینہ کو بند کر دیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر آسمان کی طرف لے چلے جب میں آسمانِ دنیا (پہلے آسمان) پر پہنچا تو داروغۂ آسمان سے کہا "دروازہ کھول دو" اس نے پوچھا کون ہو؟ کہا میں جبرئیل ہوں اس نے پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ جبرئیل نے کہا میرے ساتھ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہیں اس نے کہا کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ کہا۔ ہاں (بلائے گئے ہیں) پس جب دروازہ کھول دیا گیا تو ہم آسمان دنیا پر چڑھے اور وہاں ایک صاحب کو دیکھا جو بیٹھے ہوئے تھے ان کی داہنی جانب بھی لوگ تھے اور بائیں جانب بھی جب وہ اپنی داہنی جانب دیکھتے تو ہنس دیتے اور بائیں دیکھتے تو رو دیتے جب مجھے دیکھا تو فرمایا

"مرحبا بالنبی الصالح والابن الصالح" (یعنی خوش آمدید اے نیک نبی و نیک بیٹے)

میں نے جبرئیل سے پوچھا یہ کون بزرگ ہیں۔ کہا یہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں ان کے دائیں بائیں ان کی اولاد کی ارواح ہیں سیدھی جانب جنتی ہیں اور بائیں جانب دوزخی ہیں اس لئے سیدھی طرف دیکھ کر (خوشی سے) ہنس دیتے ہیں اور بائیں جانب دیکھ کر (رنج سے) رو دیتے ہیں پھر جبرئیل علیہ السلام مجھے دوسرے آسمان پر لے گئے پھر اس کے داروغہ سے کہا دروازہ کھول دے اس نے بھی ویسی ہی گفتگو کی جیسے پہلے نے کی تھی پھر دروازہ کھول دیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر ابوذر نے ذکر کیا کہ آپ نے آسمانوں میں آدم، ادریس، موسیٰ، عیسیٰ اور ابراہیم علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کو دیکھا مگر یہ نہیں فرمایا کہ ان کے مدارج کس طرح کے ہیں صرف یہ فرمایا کہ آدم علیہ السلام کو آسمان دنیا میں اور ابراہیم علیہ السلام کو چھٹے آسمان میں پایا (حضرت) انس (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ

جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو لے کر ادریس علیہ السلام کے پاس سے گذرے تو انھوں نے کہا "مرحبا بالنبی الصالح والاخ الصالح" (خوش آمدید اے نیک نبی و نیک برادر) میں نے پوچھا یہ کون ہیں جبرئیل نے کہا ادریس علیہ السلام

پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گذرا تو انہوں نے بھی "مرحبا بالنبی الصالح والاخ الصالح" (خوش آمدید اے نیک نبی و نیک برادر) میں نے پوچھا یہ کون ہیں جبرئیل نے کہا موسیٰ علیہ السلام

پھر میں عیسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گذرا تو انہوں نے بھی "مرحبا بالنبی الصالح والاخ الصالح" (خوش آمدید اے نیک نبی و نیک برادر) میں نے پوچھا یہ کون ہیں جبرئیل نے کہا عیسیٰ علیہ السلام

پھر میں ابراھیم علیہ السلام کے پاس سے گذرا تو انہوں نے بھی "مرحبا بالنبی الصالح والابن الصالح" (خوش آمدید اے نیک نبی و نیک بیٹے) میں نے پوچھا یہ کون ہیں جبرئیل نے کہا ابراھیم علیہ السلام ہیں۔

ابن عباس اور ابوحبہ انصاری رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ پھر جبرئیل مجھے اور اوپر لے گئے یہاں تک کہ میں ایسے بلند مقام پر پہنچ گیا جہاں قلموں کے لکھنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھی۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا پھر اللہ تعالیٰ نے میری امت پر پچاس نمازیں فرض کیں جب میں واپس ہوتے ہوئے موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس سے گذرا تو انھوں نے پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت

پر کیا فرض کیا ہے؟ میں نے کہا پچاس نمازیں۔ موسیٰ نے کہا اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جایئے کیونکہ آپ کی امت اس قدر عبادت کی طاقت نہیں رکھتی۔ پس میں واپس گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا ایک حصہ معاف کر دیا پھر میں موسیٰ کی طرف آیا اور کہا اللہ تعالیٰ نے اس کا ایک حصہ معاف کر دیا ہے موسیٰ نے کہا اپنے پروردگار کی طرف واپس جایئے کیونکہ آپ کی امت اس کی بھی طاقت نہیں رکھتی چنانچہ پھر واپس گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا ایک حصہ اور معاف کر دیا میں لوٹ کر موسیٰ کے پاس آیا تو بولے اپنے پروردگار کے پاس لوٹ کر پھر جایئے کیونکہ آپ کی امت اس کی بھی طاقت نہیں رکھتی چنانچہ میں نے پھر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا

''اچھا اب پانچ مقرر کی جاتی ہیں اور حقیقت میں وہ پچاس ہی ہیں کیونکہ میرے پاس بات بدلی نہیں جاتی''

پھر میں موسیٰ کی طرف آیا تو انہوں کہا اپنے پروردگار سے دوبارہ رجوع کیجئے میں نے کہا اب مجھے شرم آتی ہے۔ پھر جبرئیل مجھے لیکر روانہ ہوئے اور سدرۃ المنتہیٰ تک لے گئے جس پر بہت سے رنگ چھائے ہوئے تھے۔ میں نہ سمجھا کہ یہ کیا ہیں پھر میں جنت میں داخل ہوگیا۔ تو میں نے دیکھا اس میں (دروازوں اور کھڑکیوں پر) موتی کی لڑیاں (چھٹی ہوئی) ہیں اور اس کی مٹی مشک ہے۔ (خوش رنگ اور خوشبودار)۔

سماعت قرآن

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس کا پڑھنا' سننا' دیکھنا سب عبادت میں داخل ہے خاص طور پر رمضان کے مبارک مہینہ میں جو قرآن مجید کے نزول کا مہینہ ہے اس کی تلاوت کا بڑا ثواب ہے بعض لوگ ایسی محفلیں بھی منعقد کرتے ہیں جس میں کوئی حافظ وقاری صاحب تلاوت کرتے ہیں اور باقی لوگ باادب اور پوری توجہ سے سنتے رہتے ہیں ایسی محفلوں کا انعقاد بھی برکت سے خالی نہیں لیکن ایک بات ہمیشہ پیش نظر رکھنی چاہئے کہ حصول ثواب کے لئے جو محفل منعقد ہو وہ احکام خدا و رسول کے تابع ہو تب ہی وہ موجب ثواب اور باعث برکت ہوسکتی ہے ورنہ نہیں۔ دیکھا گیا ہے کہ سماعت قرآن کے لئے جو محفل منعقد کی گئی ہے اس میں لاؤڈ اسپیکر کے ہارن کافی بلندی پر نصب کئے گئے ہیں اور کافی بلند آواز میں تلاوت کا سلسلہ صبح آٹھ بجے سے شام چار بجے تک جاری ہے اس کی وجہ سے سارا محلہ پریشان ہے کیونکہ روزہ دار اپنے کام کاج کے بعد تھوڑی دیر آرام لینا چاہتے ہیں' سوجانا چاہتے ہیں ظاہر ہے کہ اس بلند آواز کی وجہ سے ان کی نیند چین میں خلل ہوتا ہے آواز کو صرف محفل کی حد تک محدود ہونا چاہئے کیونکہ جن کو سننا ہے وہ محفل میں آکر سنتے ہیں گھروں میں دوکانوں میں اور راستوں پر نہیں سنتے۔ پھر اس بلند آواز کی وجہ سے بیمار لوگ' کاروباری لوگ اور غیر مسلم پڑوسی بھی زحمت محسوس کرتے ہیں اور ہمارا یہ عمل خود دینی احکام کے بھی خلاف ہے۔ بعض محافل میں خواتین بھی تلاوت کررہی ہیں وہ بھی لاؤڈ اسپیکر پر جس کو خواتین کے ساتھ ساتھ مرد سامعین کو بھی سنانا مقصود ہے۔ یہ عمل بھی دینی نقطۂ نظر سے غیر مستحسن اور قابل اصلاح ہے۔

ایک طرف سماعت قرآن کا ایسا اہتمام ہے دوسری طرف بعض اصحاب خود سماعت قرآن کے قائل نہیں ان کا قول ہے کہ قرآن مجید ایک لائحہ عمل ہے اس کو پڑھنا اس کے معنی سمجھنا اور اس پر عمل کرنا ثواب کا کام ہے اور اس کا حکم دیا گیا ہے سننے کا کوئی حکم ہے نہ اس میں کوئی ثواب ہے غالباً وہ اسے بھی بدعت ہی قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید کا سننا اور سنانا دونوں بھی سنت ہیں۔قرآن مجید میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے بارے میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے ''یتلوا علیھم ایاتہ ''یعنی وہ (نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مومنین کو اللہ کی آیات پڑھ کر سناتے ہیں۔ یہ تو عام مومنین کو پڑھ کر سنانے کی بات ہے کبھی کبھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کیلئے خصوصی طور پر تلاوت فرماتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمھیں ''لم یکن الذی کفروا '' (والی سورت) پڑھ کر سناؤں۔ اُبی نے عرض کی کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا تھا آپ نے فرمایا ''ہاں'' تو وہ (وجد میں آگئے اور خوشی کے مارے) رونے لگے۔ (خوشی اور وجد کی وجہ ظاہر ہے)۔ ابی نے سوچا میں ایک ناچیز و گنہگار بندہ اور میری یہ قسمت کہ خالق ارض وسماوات مالک کائنات نے اپنے کرم سے میرا نام لیا اور محبوب ترین نبی کو حکم دیا کہ وہ اس عاجز کو کلام الٰہی پڑھ کر سنائیں!!

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کبھی کبھی بعض صحابہ کو حکم دیتے تھے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے قرآن پڑھ کر سنائیں ایسی روایات کتب حدیث میں موجود ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابی ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو قرآن مجید کی تلاوت کا حکم دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سماعت فرمایا حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی آواز اور لحن بہت خوبصورت اور دلنشین تھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا کہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو لحن داؤدی سے ایک حصہ عطا کیا گیا ہے۔ نبی مکرم علیہ السلام کے سامنے قرأت قرآن کی سعادت حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے علاوہ بعض دوسرے صحابہ کو بھی حاصل ہوا کرتی تھی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ ''مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ'' میں نے عرض کی قرآن آپ پر نازل ہوا ہے میں کس طرح آپ کو پڑھ کر سنا سکتا ہوں؟۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے دوسروں

سے سننا اچھا معلوم ہوتا ہے تو میں نے سورۂ نساء کی تلاوت شروع کی جب میں ’’**فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید و جئنابک علی ھؤلاء شھیدًا** O‘‘ تک پہنچا (ترجمۂ آیت: پھر کیا حال ہوگا (اس دن) لوگوں کا جب ہم ہرامت میں سے ایک ایک گواہ لائیں گے اور (اے حبیب) ان سب پر آپ کو گواہ بنا کر پیش کریں گے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا۔ بس۔بس کرو۔ جب میں نے آپکے چہرۂ اقدس پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔

قرات وسماعت قرآن خود اللہ رب العزت کے منشاء کے عین مطابق ہے اللہ تعالیٰ خاص طور پر جبرئیل علیہ السلام کو اس کام کیلئے رسول پاک علیہ السلام کی خدمت میں ہر سال روانہ فرماتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے چہیتی صاجزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے راز میں فرمایا کہ ’’ہمیشہ جبرئیل علیہ السلام ایک دفعہ مجھ سے قرآن شریف کا دور کیا کرتے تھے اور اب کے سال دو دفعہ دور کیا اور میں سمجھتا ہوں یہ اس لئے ہوا ہے کہ میری وفات عنقریب ہونے والی ہے۔

ہم خُرما و ہم ثواب

کچھ عرصہ پہلے حکومت کے ذمہ دارلوگوں کی جانب سے مسلم پرسنل لاء میں تبدیلی کی بات کہی گئی تو ملک کے سارے مسلم عوام نے اس کے خلاف آواز اُٹھائی اور اعلان کر دیا کہ مسلمان ایسی کسی تبدیلی کی بات بھی سننے کے لئے تیار نہیں کیونکہ خدا کے بنائے ہوئے قانون میں ترمیم و تبدیل کا کسی کو اختیار نہیں ہمارے شہر کے ایک عقل مند واعظ نے یہاں تک کہہ دیا کہ نبی خود بھی اگر چاہیں تو اس میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتے ع چہ بے خبر زِ مقام محمد عربی !!

حقیقت یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منشاء و مرضی کا نام شریعت ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی کو احکام شریعت وضع کرنے کا بھی اختیار دیا اور خاص حالات میں کسی کو کسی حکم سے مستثنیٰ کرنے کا بھی اختیار عطا فرمایا۔ کتب احادیث میں اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں منجملہ ان کے صحیح البخاری کی یہ حدیث بھی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن ہم لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوے تھے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! میں تو برباد ہو گیا''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا:

''کیا ہوا''

اس نے عرض کی:

''میں روزہ کی حالت میں اپنی بیوی سے ہم بستر ہو گیا''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''کیا تجھے ایک غلام مل سکتا ہے کہ تُو اُسے آزاد کر دے''

اس نے عرض کی ''جی نہیں''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا

''کیا تو پے در پے مسلسل دو مہینے کے روزے رکھ سکتا ہے؟''

اس نے عرض کی ''جی نہیں''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

''کیا تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے؟''

اس نے عرض کی ''جی نہیں'' (میں اس کی بھی سکت نہیں رکھتا)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں پھر وہ (شخص) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ٹھہرا رہا۔ ہم سب بھی اسی طرح بیٹھے ہوئے تھے کہ کوئی شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کھجور سے بھرا ہوا ایک بڑا ٹوکرا لے کر حاضر ہوا

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

''سائل کہاں ہے؟''

اس نے عرض کی ''میں حاضر ہوں''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اسے لے لے اور خیرات کر دے''

اس نے عرض کی

''اپنے سے زیادہ فقیر و محتاج کو خیرات دینے نکلوں تو خدا کی قسم سارے مدینہ میں مجھ سے زیادہ محتاج اور میرے گھر والوں سے زیادہ غریب کوئی اور نہیں''

یہ سن کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اپنی عادت کے برخلاف) کھلکھلا کر ہنسنے لگے یہاں تک کہ آپ کے دندان مبارک نظر آنے لگے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

''اچھا جا اپنے ہی گھر والوں کو کھلا دے''

شکر گذاری کا انعام اور ناشکری کی سزا

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ بندے اس کے بندے اس کے شکر گذار بنیں جیسا کہ فرمان ربی ہے ''واشکروا لی ولا تکفرون'' تم میرے شکر گذار بنو اور ناکری نہ کرو اور ایک مقام پر فرمایا ''لئن شکرتم لازیدنکم'' اگر تم میرے شکر گذار بنوگے تو میں اپنی نعمتوں میں اور اضافہ فرماؤں گا شکر گذاری کا یہ مطلب نہیں کہ ایک تسبیح لے کر بندہ ورد کرتا بیٹھ جائے کہ اللہ تیرا شکر ہے اللہ تیرا شکر ہے یہ بھی ایک قسم کا شکر ضرور ہے مگر یہ کافی نہیں بلکہ شکر گذاری کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ اللہ نے جس نعمت سے نوازا ہے اس نعمت کو مخلوق خدا کی خدمت میں صرف کیا جائے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مرتبہ ایک حکایت کے ذریعہ اس مسئلہ کی تفہیم فرمائی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

انھوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ

بنی اسرائیل میں تین آدمی تھے ایک کوڑھی (سفید دھبوں والا) دوسرا گنجہ اور تیسرا اندھا۔ پس اللہ رب العزت نے ان کے امتحان کے لئے ان کے پاس ایک فرشتہ کو بھیجا

فرشتہ پہلے کوڑھی کے پاس پہنچا اور اس سے پوچھا

تجھے کیا چیز سب سے پیاری ہے

اس نے کہا

عمدہ رنگ اور خوبصورت جلد۔ کیونکہ لوگ مجھے (میرے اس مرض) کوڑھ کی وجہ سے مکروہ سمجھتے ہیں فرشتہ نے اس پر ہاتھ پھیرا تو اس کا مرض جاتا رہا اسے عمدہ رنگ اور بہترین جلد عطا

ہوگئی

پھر فرشتے نے پوچھا

تجھے کون سامال زیادہ پسند ہے

اس نے کہا "اونٹ"

فرشتے نے اس کو ایک حاملہ اونٹنی دے دی اور کہا کہ اس میں تجھے برکت دی جائیگی

وہاں سے نکل کر فرشتہ گنجے کے پاس پہنچا اور پوچھا

تجھے کیا چیز پیاری ہے؟

اس نے کہا

عمدہ بال اور کہا کہ (یہ مرض) گنجا پن مجھ سے دور ہو کیونکہ اس کی وجہ سے لوگ مجھے ناپسند کرتے ہیں فرشتے نے اس پر بھی ہاتھ پھیرا اس کا مرض بھی جاتا رہا اور اسے خوبصورت بال عطا ہو گئے

پھر فرشتہ نے پوچھا

تجھے کونسا مال زیادہ پسند ہے

اس نے کہا "گائے"

فرشتہ نے اسے ایک حاملہ گائے دی اور کہا

اس میں تجھے برکت دی جائے گی۔

وہاں سے فرشتہ اندھے کے پاس پہنچا اور پوچھا

تجھے کیا چیز زیادہ پسند ہے؟

اس نے کہا یہی کہ

اللہ میری بینائی مجھے واپس لوٹا دے اور میں لوگوں کو دیکھ سکوں

فرشتہ نے اس پر ہاتھ پھیرا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی اسے واپس لوٹا دی فرشتہ نے پوچھا

تجھے کون سامال زیادہ پسند ہے

اس نے کہا "بکری"

پس فرشتہ نے اسے ایک حاملہ بکری عطا کردی اور کہا

اس میں تجھے برکت دی جائے گیا

پس (اپنے اپنے وقت پر) ان دونوں کے اونٹ اور گائے بھی بچے دینے لگے اور اس کی بکری بھی یہاں تک کہ (کچھ عرصہ میں) کوڑھی کے پاس جنگل بھر اونٹ ہوگئے گنجے کے پاس جنگل بھر گائیں ہوگئیں اور اندھے کے پاس جنگل بھر بکریاں ہوگئیں۔ فرشتہ انسانی صورت میں اور مفلوک الحال کیفیت میں کوڑھی کے پاس آیا اور کہا

میں ایک مسکین آدمی ہوں حالت سفر میں میرا مال واسباب سب ختم ہوگیا اب میں وطن نہیں جاسکتا میں تجھے اس خدا کا واسطہ دیتا ہوں جس نے تجھے عمدہ رنگ، خوبصورت جلد اور اتنا مال دیا ہے مجھے ایک اونت دے دے تاکہ میں اس پر سوار ہوکر وطن واپس ہوسکوں۔

کوڑھی نے کہا

میرے ذمہ بہت حقوق ہیں میں تجھے نہیں دے سکتا

فرشتہ نے کہا

میں تجھے خوب پہچانتا ہوں کیا تو کوڑھی نہ تھا کیا تجھے لوگ مکروہ نہیں سمجھتے تھے کیا تو فقیر و مفلس نہ تھا؟ مگر اللہ نے تجھے چنگا کردیا اور مال و دولت سے بھی نواز دیا

اس نے کہا

یہ غلط ہے میں نے اپنے آباءواجداد سے ورثہ میں یہ دولت پائی ہے۔

فرشتہ نے کہا

اگر تو جھوٹ بولتا ہے تو اللہ تجھے پھر ویسا ہی کردے گا جیسا تو پہلے تھا۔

اس کے بعد فرشتہ اسی خستہ حالت اور مسکین صورت میں گنجے کے پاس گیا اور اس سے بھی ویسا ہی کہا جیسا کہ کوڑھی سے کہا تھا تو گنجے نے بھی ویسا ہی جواب دیا جیسا کوڑھی نے دیا تھا

پھر فرشتہ نے کہا

اگر تو جھوٹ کہہ رہا ہے تو اللہ تجھے دوبارہ ویسا ہی کردے گا جیسا تو پہلے تھا

اب فرشتہ پھر اسی مسکین صورت اور خستہ حالت کے ساتھ اندھے کے پاس پہنچا اور اس سے کہا میں ایک مسکین اور مسافر آدمی ہوں سفر کے دوران میرا مال و اسباب سب ختم ہوگیا اب میں اپنے وطن واپس نہیں ہوسکتا سوائے اللہ کی مدد کے پس میں تجھے خدا کا واسطہ دے کر تجھسے ایک بکری مانگتا ہوں تاکہ اسے اپنا زادِ سفر بنالوں تجھے اس اللہ کا واسطہ دیتا ہو جس نے تجھے تیری بینائی واپس دی اور تجھے غنی کردیا۔

اندھے نے کہا

بے شک میں اندھا تھا اللہ نے مجھے بینائی دی میں فقیر تھا اللہ نے مجھے مالدار کردیا پس تو جو چیز چاہتا ہے لے لے تیرے نہ لینے سے مجھے کچھ خوشی نہ ہوگی

فرشتے نے کہا

تو اپنا مال اپنے پاس ہی رکھ تم تینوں سے ایک امتحان لیا گیا تھا (کہ تم لوگ شکر گذاری کرتے ہو کہ ناشکری)۔ پس اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی ہوگیا اور ان دونوں (کوڑھی اور گنجے) سے ناراض۔

(اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے جو حشر ان کا ہوا ہوگا وہ قابل فہم ہے)

استعانت بالاعمال

استعانت کے معنٰی ہیں مدد مانگنا۔ہم نماز پڑھتے ہیں اور نماز کی ہر رکعت میں اللہ رب العزت کے سامنے اقرار کرتے ہیں ''ایاک نعبد و ایاک نستعین''۔اے پروردگار ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں اور حقیقتاً سچا مسلمان خدا کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتا اور خدا کے سوا کسی اور سے مدد نہیں مانگتا۔اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں مومنین کو تاکید بھی فرمادی کہ ''واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ ''اور مدد چاہو صبر سے اور نماز سے۔اب آپ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ نہ صبر خدا ہے نہ نماز خدا بلکہ یہ دونوں تو اعمال ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ اعمال نیک کو اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ بنایا جاسکتا ہے اور ان کے وسیلہ سے مدد کی درخواست کی جاسکتی ہے۔حضرت امام بخاری نے اپنی کتاب میں ایک حدیث بھی درج کی ہے جس سے اس عقیدہ کو تقویت ملتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوے سنا کہ ایک مرتبہ تین آدمی مل کر کسی کام کے لئے روانہ ہوے اثنائے سفر میں رات ہوگئی تو وہ تینوں ایک غار میں گھس گئے اور پہاڑوں پر سے ایک بڑی چٹان گری اور غار کے منہ کے پاس آکر ٹھہر گئی اس طرح کہ غار کا منہ بالکل بند ہوگیا اب وہ تینوں اس غار میں پھنس گئے چٹان اتنی بڑی تھی کہ تینوں مل کر اسے ہٹا نہ سکتے تھے اور اس لق ودق

جنگل میں نہ کسی کو مدد کے لئے آواز دے سکتے تھے اور نہ کوئی اُن کی مدد کر سکتا تھا موت تینوں کی آنکھوں میں پھرنے لگی کیونکہ اب بظاہر ان کا اس غار سے نکلنا محال تھا ان لوگوں نے آپس میں کہا کہ کوئی چیز ہمیں اس پتھر سے رہائی نہیں دے سکتی مگر یہ کہ ہم اپنے نیک اعمال کے وسیلہ سے خدا سے دعا کریں شاید کہ خداوند کریم کو رحم آجائے اور وہ ہمیں اس مصیبت سے نکال لے چنانچہ ان میں سے ایک شخص کہنے لگا اے اللہ! میرے ماں باپ بہت بوڑھے تھے میں ان سے پہلے نہ اپنے بیوی بچوں کو کھلاتا تھا نہ اپنے لونڈی غلاموں کو۔ ایک دن میں اپنے کام سے گیا اور مجھے لوٹنے میں بہت دیر ہوگئی یہاں تک کہ جب میں واپس آیا تو وہ دونوں انتظار کرتے کرتے سو چکے تھے پس مجھے گوارا نہ ہوا کہ ان دونوں سے پہلے اپنے اہل وعیال کو اور اپنے لونڈی غلاموں کو کچھ کھلا دوں چنانچہ میں نے دودھ کا برتن ہاتھ میں لیا اور ان دونوں کے نیند سے بیدار ہونے کا انتظار کرنے لگا میں انتظار کرتا ہوا کھڑا رہا یہاں تک کہ صبح ہوگئی اور وہ دونوں نیند سے بیدار ہوے۔ اے اللہ ! یہ کام اگر میں نے صرف تیری رضا و خوشنودی کے لئے کیا ہے تو تُو اس پتھر ہٹا دے۔

اس دعا کے ساتھ ہی پتھر کچھ حد تک ہٹ گیا مگر اب بھی وہ تینوں اس سے باہر نہیں نکل سکتے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اب دوسرے شخص نے اپنی بات شروع کی اور کہا

''میرے چچا کی ایک بیٹی تھی جو مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب تھی میں اس سے وصل کا آرزومند تھا مگر وہ راضی نہ ہوئی تھی یہاں تک کہ ایک سال بعد اسے کچھ رقم کی ضرورت پیش آگئی میں نے اُسے ایک سو بیس (۱۲۰) اشرفیاں دیں اس شرط پر کہ وہ مجھے اپنے اوپر قابو دے دے گی اس نے میری شرط منظور کر لی مگر جب اس پر مجھے قابو ملا تو کہنے لگی میں تجھے اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ تو مُہر کو ناحق توڑ ڈالے اس پر میں نے اس کے ساتھ ہمبستری کو گناہ سمجھا اور اس سے علٰیحدہ ہو گیا حالانکہ وہ مجھے سب سے زیادہ محبوب تھی اور اس سے وصل کی میری دیرینہ آرزو تھی جو اشرفیاں میں نے اسے دی تھیں وہ بھی اسی کو بخشدیں اے اللہ ! اگر یہ کام میں نے محض تیرے خوف سے اور تیری رضا حاصل کرنے

کے لئے ایسا کیا تھا تو جس مصیبت میں ہم پھنسے ہوئے ہیں وہ ہم سے دور کر دے"

چنانچہ وہ پتھر ذرا اور سرک گیا مگر اب بھی وہ اس غار سے باہر نہیں نکل سکتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اب تیسرے شخص کی باری تھی اس نے عرض کی

"یا اللہ ! ایک مرتبہ ایک کام پر میں نے کچھ مزدوروں کو لگایا کام کے بعد سب نے اپنی اپنی مزدوری لے لی سوائے ایک مزدور کے وہ اپنی مزدوری لئے بغیر چلا گیا۔ میں نے اس کی مزدوری کو کاروبار میں لگایا اور اس میں منافع آتا گیا (میں اس کا حساب الگ ہی رکھتا رہا) یہاں تک کہ ایک طویل عرصہ کے بعد وہ شخص میرے پاس آیا اور کہنے لگا اے خدا کے بندے! میری مزدوری مجھے دے دے میں نے اس سے کہا یہ جس قدر اونٹ' گائے' بکری اور غلام تو دیکھ رہا ہے یہ سب تیری مزدوری کے ہیں اس نے کہا اے خدا کے بندے ! میرے ساتھ مذاق نہ کر۔ میں نے کہا۔ میں تیرے ساتھ مذاق نہیں کرتا بلکہ واقعتاً یہ سب تیرے ہی ہیں اس نے ایک چیز بھی نہیں چھوڑی اور سب کو اپنے ساتھ ہانک لے گیا۔ یا اللہ ! یہ کام اگر میں نے صرف تیری رضا حاصل کرنے کے لئے کیا تھا تو تو ہم کو اس مصیبت سے نجات دے جس میں ہم پھنسے ہوئے ہیں چنانچہ وہ چٹان غار کے منہ پر سے ہٹ گئی اور تینوں آدمی باہر آ گئے۔

یہ تین آدمی تو عام آدمی تھے جن کے پاس ایک ایک نیکی تھی جن کے وسیلہ سے دعا کرنے پر ان کی دعا قبول ہوئی اور انھیں مصیبت سے نجات ملی مگر انبیاء کرام' ائمہ کرام اور اولیائے کرام جن کی ساری زندگی نیکیوں سے عبارت ہوتی ہے اور جو محبوبان خدا ہوتے ہیں ان کے وسیلہ سے دعا کرنا اہل سنت کے نزدیک بالاتفاق جائز ہے اور اس وسیلہ سے کی جانے والی دعاؤں کی قبولیت روزمرہ کا تجربہ بھی ہے۔
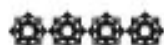
سیادت ان کے گھر کی ہے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے سب سے محبوب بندے اور سب سے محبوب نبی ہیں وہ اپنی ذات سے، صفات سے، علم سے، کمالات سے، معجزات سے، جس رخ سے دیکھو بے مثال و بے نظیر ہیں اللہ رب العزت نے انھیں اپنی شان خلاّقیت کا شاہکار بنا کر پیش فرمایا اور انتہا یہ کر دی کہ ان سے منسوب ہر چیز کو بے مثل و بے نظیر بنا دیا بقول شاعر ؎

رخِ مصطفٰی ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ نہ ہماری بزم خیال میں نہ دوکان آئینہ ساز میں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اسی بے مثلیت کو سمجھنے اور ماننے کا نام ایمان ہے اور اس کو نہ سمجھنے اور نہ ماننے کا نام کفر ہے۔ دنیا میں سارے انسانوں کے گھر والے یعنی ان کے بیوی، بچے اور اہل خاندان ہوتے ہیں۔ نبیوں کے بھی گھر والے ہوتے رہے ہیں مگر کسی نبی کے گھر والوں کی وہ عزت وتوقیر نہیں جو نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے گھر والوں کی ہوئی اللہ رب العزت نے ان کو ہر قسم کی نجاست سے پاک ومنزہ قرار دیا اور ''**لیذھب عنکم الرجس و یطھر کم تطھیرًا**'' کا مژدہ سنایا سارے بنی نوع انسان کو معلوم ہونا چاہئے کہ اہل بیت نبی ایسے بے مثل ہیں کہ خود انبیاء میں سے کسی کے اہل بیت کو وہ شرف و بزرگی نصیب نہ ہوسکی۔ قرآن مجید میں ہر نبی کا یہی قول درج ہے کہ ''**ومااسئلکم علیه من اجر ان اجری الا علی رب العلمین**'' میں جو (کار نبوت انجام دے رہا ہوں، تم کو دعوت حق دے رہا ہوں) اس پر تم سے کسی قسم کا اجر یا بدلہ نہیں چاہتا کیونکہ میرا اجر تو میرا خدا دینے والا ہے۔ لیکن اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ارشاد فرمایا ''**قل لااسئلکم علیه اجرًا**

الا المودۃ فی القربیٰ ''اے حبیب! (اپنے امتیوں سے فرمادیجئے کہ میں جو کارِ نبوت انجام دے رہا ہوں تم کو دعوت حق دے رہا ہوں) اس پر تم سے کسی قسم کا معاوضہ یا اُجرت کا طلبگار نہیں ہوں مگر یہ کہ تم میرے قرابت داروں سے محبت کرو۔ اللہ تعالیٰ ان کو جو اجر عطا فرمائے گا وہ تو اللہ انہیں عطا فرمائے گا لیکن اُمت پر اُن کے اہل بیت کی محبت کو فرض فرمادیا۔ نبی کے کارِ نبوت کا شکرانہ یہی ہے کہ ان کے اہل بیت سے محبت کی جائے نبی محترم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جارہا ہوں کتاب اللہ و عترتی ۔ اللہ کی کتاب یعنی قرآن مجید اور میری اہل بیت۔ دونوں سے محبت کرنا' دونوں کا احترام کرنا اور دونوں کے احکام پر عمل کرنا امت مسلمہ پر فرض ہے۔ ہم اہل سنت ہیں سنت کے معنیٰ ہیں نبی کی اتباع کرنا۔ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے دونوں نواسوں کو بیحد چاہتے تھے اس لئے ان کے دونوں نواسوں کو چاہنا سنت ہے۔ قرآن نے ان کی محبت کو فرض قرار دیا اور حدیث سے دیکھو تو یہ چاہنا سنت ہے یعنی اہل بیت کی محبت مسلمانوں پر فرض بھی ہے اور سنت بھی۔ احادیث کی کتابوں میں بے شمار روایات ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حسنین اور ان کے والدین کریمین کو کتنا چاہتے اور کتنا عزیز رکھتے تھے یہاں ہم بخاری کی ایک روایت پیش کریں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ دن کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اپنے مکان سے نکلے اور باہر کی طرف چلنے لگے) میں بھی آپکے ساتھ ہوگیا۔ راستہ میں آپ نے مجھ سے کچھ فرمایا نہ میں نے آپ سے کچھ عرض کی خاموشی سے راستہ طئے ہوتا رہا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محلّہ بنی قینُقاع سے ہوکر حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں آگئے اور صحن میں بیٹھ گئے اور فرمانے لگے ''کیا یہاں چھوٹا بچہ ہے؟ کیا یہاں چھوٹا بچہ ہے؟ گویا آپ حضرت حسن کو پوچھ رہے تھے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے انھیں لانے میں دیر کی (دیر کی وجہ) میں نے سمجھا کہ وہ شائد انھیں نہلا رہی ہیں یا کپڑے پہنا رہی ہیں۔ اتنے میں وہ (حضرت حسن رضی اللہ عنہ) دوڑتے ہوئے آئے آپ نے انھیں لپٹا لیا اور پیار کرتے ہوئے فرمایا ''اے اللہ! تو اس سے محبت کر اور جو اس سے محبت کرے اس سے بھی محبت کر'' محبین اہل بیت کو مبارک ہو کہ نبی محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکے حق

میں دعا کی ہے۔

بد بخت خارجیوں میں سے بعض حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سیادت پر کلام کرتے ہیں اور بعض نجدی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیادت میں کلام کرتے ہیں اور اہل حدیث تو نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو سیدنا کہنا گناہ کہتے ہیں حالانکہ وہ اپنے دو کوڑی کے مولویوں کو مولانا بھی لکھتے ہیں اور بعض کے نام کے ساتھ سید بھی کہتے اور لکھتے ہیں۔ رسول پاک علیہ السلام نے اپنے دونوں نواسوں کو ''سیدا شباب اهل الجنة ''فرمایا۔ (دونوں جوانانِ بہشت کے سردار ہیں) امام بخاری نے حضرت ابوبکرہ سے ایک روایت نقل کی ہے میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک مرتبہ دیکھا کہ آپ منبر پر تشریف فرما تھے اور آپ کے بازو آپ کے نواسے حضرت حسن رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما تھے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کبھی لوگوں کی طرف ملاحظہ فرماتے اور کبھی حضرت حسن کی طرف پھر ارشاد فرمایا ''ان ابنی هذا سید و لعل الله ان یصلح به بین فئتین عظیمتین من المسلمین '' یہ میرا بیٹا سید ہے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے درمیان صلح کرا دے گا۔

بارگاہ نبوی کا ہے یہ پہلا گستاخ

اللہ رب العزت نے مسلمانوں پر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ادب واحترام کو فرض قرار دیا ہے ذرا سی بے ادبی بھی مستوجب سزا ہو جاتی ہے جیسے ارشاد ہوا کہ اپنی آواز کو نبی کی آواز سے بلند نہ کرنا ورنہ تمہارے سارے اعمال حبط کر لئے جائیں گے اور تمھیں خبر بھی نہ ہوگی۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں کسی ایسے لفظ کا استعمال بھی ممنوع قرار دیا گیا جس کے دو معنٰی ہوں ایک معنٰی اچھے ہوں لیکن دوسرے معنٰی خراب ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا احترام مسلمان کی صاحب ایمان کی پہچان ہے اور گستاخی و بے ادبی کافر و منافق کی علامت ہے۔ سارے صحابہ بارگاہ نبوت کے آداب سے واقف تھے اور انتہائی باادب تھے روایات میں ہے کہ صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجلس میں اس قدر ادب واحترام سے سر جھکائے بیٹھتے کہ گویا ان سب کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہوں اور وہ حرکت اس لئے نہیں کرتے کہ کہیں ان کے سروں پر سے پرندے اُڑ نہ جائیں لیکن اُن میں چھپا ہوا ایک بے ادب گستاخ بھی تھا۔ امام بخاری نے اُس واقعہ کو اپنی کتاب ''صحیح البخاری'' میں درج کیا ہے۔

مشہور صحابی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہٗ کہتے ہیں کہ (جن دنوں حضرت علی کرم اللہ وجہہ یمن کے گورنر تھے) ایک مرتبہ تھوڑا سا خام سونا جو مٹی سے ابھی علیحدہ نہیں کیا گیا تھا ایک دباغت کی ہوئی چمڑے کی تھیلی میں رکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت عالیہ میں روانہ کیا۔

ابو سعید کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے چار آدمیوں میں تقسیم فرمادیا۔اور چار آدمی سے مراد عیینہ بن بدر، اقرع بن حابس اور زید الخیل تھے چوتھے آدمی کے بارے میں حضرت ابو سعید کو شبہ ہے کہ وہ علقمہ تھے یا عامر بن طفیل۔آپ کے صحابہ میں سے کسی نے کہا ہم اس مال کے ان لوگوں سے زیادہ مستحق تھے جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

''کیا تم مجھے امانتدار نہیں جانتے؟ حالانکہ میں آسمان والوں کا امانت دار ہوں میرے پاس صبح وشام آسمان سے خبریں آتی رہتی ہیں''

پھر ایک شخص دھنسی ہوئی آنکھوں والا،جس کے رخساروں کی ہڈیاں اُبھری ہوئی تھیں،جس کی پیشانی اونچی،ڈاڑھی گھنی،اونچی ازار(ٹخنوں کے اوپر ایڑیوں تک تھی) کھڑا ہو گیا اور (اس گستاخ نے) کہا

''یارسول اللہ ! اللہ سے ڈریئے''

آپ نے اس سے فرمایا:

''کیا میں سارے اہل زمین میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا نہیں ہوں؟''

راوی کہتے ہیں کہ

''پھر وہ شخص چلا گیا۔

خالد بن ولید نے عرض کی:

''کیا میں اس کی گردن اڑا دوں؟''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

نہیں کیونکہ وہ نماز پڑھتا ہے (یعنی بظاہر مسلمان ہے)

خالد نے عرض کی

بہت سے ایسے نمازی ہیں جو بظاہر ایسی بات کہہ دیتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہوتی (یعنی اپنے ایمان دار ہونے کا اقرار کرتے ہیں لیکن فی الحقیقت وہ مومن نہیں ہوتے)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں لوگوں کے دلوں میں نقب لگا کر دیکھوں اور نہ یہ حکم دیا ہے کہ ان کے پیٹ چیر کر دیکھوں"

راوی کہتے ہیں کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس (شخص) کی طرف دیکھا جبکہ وہ پیٹھ موڑے جا رہا تھا اور فرمایا:

"اس شخص کی اصل سے ایسی قوم نکلے گی جو اللہ کی کتاب کو مزے لے کر پڑھیں گے حالانکہ وہ ان کے گلوں سے نیچے نہیں اُترے گی اور وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔"

راوی کہتے ہیں مجھے ایسا خیال پڑتا ہے کہ گویا آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر وہ قوم مجھے ملے تو میں انھیں قوم ثمود کی طرح قتل کر دوں"

چنانچہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی پیشین گوئی پوری ہوئی وہ خارجیوں کا سردار بنا اور جنگ نہروان میں دوسرے خارجیوں کے ساتھ اس کو بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کر دیا۔ مولانا انوار اللہ خاں رحمۃ اللہ علیہ نے انوار احمدی میں تحریر فرمایا کہ

"عجب نہیں کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی بانی فتنۂ نجدیت اسی کی اولاد میں ہو۔ قبیلہ تو بہر حال دونوں کا ایک ہی ہے یعنی گستاخ جس کا نام ذوالخویصرہ تھا یہ بھی بنی تمیم سے تھا اور محمد بن عبدالوہاب بھی بنی تمیم سے تھا۔
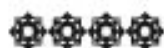
برکت کے معجزات

اللہ تعالی نے ہر قوم اور ہر ملک میں اپنے ہادی بھیجے سارے انبیاء کرام کے ساتھ یہی معاملہ پیش آیا کہ جب وہ اپنی قوم کے لوگوں کو غیر اللہ کی پرستش سے، گناہوں سے، سرکشی سے منع فرماتے اللہ تعالی کی پرستش اور اسکے احکام کی پابندی کی طرف بلاتے تو قوم کے سرکش ان کی مخالفت پر آمادہ ہوجاتے اور کہتے کہ تمہیں ہم کو نصیحت کرنے کا حق کہاں سے مل گیا اِن انتم الا بشر مثلنا ۔ (تم تو ہماری ہی طرح کے ایک بشر ہو) یعنی تم اور ہم برابر ہیں تم کو ہم پر کوئی تفوق اور برتری حاصل نہیں ۔ اللہ تعالی اپنے انبیاء کی برتری دکھانے کے لئے انھیں معجزے عطا فرمایا وہ دیکھتے اور ماننے پر مجبور ہوجاتے کہ واقعی نبی ہم سے برتر ہیں انھیں جو کمالات اور مداج حاصل ہیں وہ ہمکو حاصل نہیں نبیوں کے معجزات دیکھنے کے بعد غیر نبی کو نبی کی عظمت کا یقین ہوجاتا وہ نبی کو نبی ماننے پر مجبور ہوجاتے اور جو لوگ ایمان لا چکے ہوتے ان کے ایمان میں بھی تقویت پیدا ہوجاتی ہمارے نبی اور آقا حضور سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفار قریش نے خوب مخالفت کی، نبی ماننے سے انکار کیا بلکہ آپ کو طرح طرح سے ستانے سے بھی دریغ نہ کیا تو آپ نے بھی اپنی نبوت کے ثبوت کے طور پر معجزات دکھائے بعض کا قرآن میں ذکر موجود ہے اور بہت سے معجزات کتب احادیث میں مذکور ہیں چاند کا دو ٹکڑے ہونا، ڈوبے سورج کا پلٹ آنا، کنکریوں کا کلمہ پڑھنا، انگلی کے اشارے پر درختوں کا چلتے ہوئے آنا تو بڑے معجزات ہیں لیکن سفر وحضر میں ایسے معجزات بھی ظاہر ہوتے رہتے تھے جن سے صحابہ کے ایمان کو تقویت ملتی رہتی تھی جیسے تھوڑے سے پانی سے سارا لشکر سیراب

ہو جانا تھوڑے سے کھانے میں اتنی برکت ہو جانا کہ جماعت کثیر شکم سیر ہو جائے صحیح البخاری میں اس طرح کی کئی روایات موجود ہیں جیسے حضرت براء رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ تم لوگ تو فتح مکہ کو فتح سمجھتے ہو اور فی الحقیقت فتح مکہ بھی فتح ہی ہے مگر ہم لوگ بیعتہ الرضوان کو فتح سمجھتے ہیں جو حدیبیہ کے دن ہوئی تھی۔ قصہ یہ ہے ہم چودہ سو (۱۴۰۰) آدمی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ تھے۔ جب حدیبیہ (ایک کنویں) کے پاس سب کا قیام ہوا تو (اسی ایک کنویں سے سارے لوگ پانی لینے لگے یعنی کھانے، پکانے، پینے، دھونے، وضو کرنے، غسل کرنے، کی ساری ضروریات اسی ایک کنویں سے، الغرض اس کنویں سے اتنا پانی ہم نے کھینچا کہ اس میں ایک قطرہ باقی نہ چھوڑا۔ لوگوں کی ضروریات کی تکمیل کے لئے مزید پانی نہ رہا۔ جب یہ خبر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچی تو آپ وہاں تشریف لائے کنویں کے کنارے پر بیٹھ کر آپ نے پانی طلب فرمایا پھر وضو کیا اور اس میں کلی کر کے دعا فرمائی ابھی تھوڑی دیر گذری تھی ہم ٹھیرے ہوئے ہی تھے کہ (اس کنویں میں اس قدر پانی جمع ہو گیا) کہ اس پانی سے ہم سب اور ہمارے سواری کے جانور سب سیراب ہو گئے۔

حضرت سلم بن رکوع رضی اللہ عنہ ایک سفر کا حال بیان کرتے ہیں کہ سفر میں لوگوں کے زادِ راہ ختم ہو گئے یہاں تک لوگ فقیر ہو گئے (بھوک اور فاقوں سے نڈھال) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آ کر عرض کی کہ ہمیں اونٹوں کو ذبح کرنے کی اجازت دیجے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں اجازت دے دی۔ پھر حضرت عمر کی ان لوگوں سے شکایت ہوئی جب یہ بات انھوں نے سنی تو کہا اونٹوں سے تمہاری زندگی ہے اونٹوں کے بعد تمہاری زندگی کیا ہوگی؟ آپ نے ارشاد فرمایا لوگوں میں اعلان کر دو کہ سب اپنے اپنے بچے ہوئے زادِ راہ لے کر آ جائیں۔ ایک چمڑا بچھا دیا گیا اور سب کے زادِ راہ (جو ظاہر ہے کہ بہت ہی قلیل مقدار میں تھے) رکھ دیئے گئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں آ کر کھڑے ہو گئے پھر آپ نے اس میں برکت کی دعا مانگی۔ لوگوں سے کہا گیا کہ اپنے اپنے برتن لے کر حاضر ہوں اور لیتے جائیں۔ لوگوں نے دونوں ہاتھوں سے بھر بھر کر لینا شروع کیا حتی کہ سب لے چکے سب کے برتن بھر گئے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ میں خدا کا نبی ہوں۔ سیدنا ابوبکر صدیق

رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے سیدنا عبدالرحمٰن بن ابوبکر بھی ایک سفر کا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم ایک سوتیس (۱۳۰) آدمی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے اس سفر میں بھی زادراہ کی کمی پیش آئی اصل یہ ہے کہ فتح مکہ سے پہلے مسلمانوں میں غربت عام تھی اور دشمنان اسلام مسلمانوں کو ستانے کے لے بھی ان پر تجارت اور روزگار کے دروازے بند کردیتے تھے بہرحال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا، تم میں سے کسی کے پاس کوئی کھانے کی چیز ہے؟ ایک صاحب کے پاس سے ایک صاع (تقریباً ڈھائی کیلو) آٹا نکلا اس آٹے کو گوندھ لیا گیا۔ پھر ادھر جنگل کی طرف سے ایک دراز قد بکھرے ہوے بال والا ایک مشرک چرواہا اپنی بکریوں کو لے کر آیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا، تو ہمیں بیچے گا یا تحفہ میں دے گا یا (ہمیں ہبہ کرے گا) اس نے کہا نہیں۔ میں بیچوں گا بس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے ایک بکری خرید لی جو ذبح کی گئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکری کی کلیجی سے متعلق فرمایا کہ یہ بھون لی جائے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر فرماتے ہیں۔ خدا کی قسم ایک سوتیس آدمیوں سے کوئی شخص ایسا نہ تھا جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کلیجی کی بوٹیاں نہ دی ہوں۔ جو سامنے موجود تھا اس کو تو جب ہی دے دی اور جو موجود نہ تھا اس کے لے رکھ چھوڑیں پھر آپ نے سالن سے دو پیالے بھردئے سارے لوگ پیٹ بھر کھانے کے بعد بھی پیالوں میں سالن جیسا کہ ویسا موجود تھا (گویا کہ اس میں سے کچھ خرچ ہی نہ کیا گیا ہو) پھر وہ پیالے اٹھا کر اونٹ پر رکھ دئے گئے (تا کہ سفر کی اگلی منزل پر استعمال کرسکیں) سبحان اللہ۔

جس کو ملا جو کچھ ملا جتنا ملا صدقہ ترا

اَبّ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنٰی ہوتے ہیں باپ۔ عرب لوگ کسی شخص کو فلاں کے باپ کہکر پکارتے تھے اور یہ ایک عام رواج تھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صاحبزادے کا نام قاسم تھا اس لئے لوگ حضور کو ابوالقاسم بھی کہا کرتے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابوالحسن کہتے تھے چونکہ ان کے صاحبزادے کا نام حسن رضی اللہ عنہ تھا اور اصل نام سے پہلے ابوفلاں کہنا کنّیت کہلاتا تھا جیسے ابوالقاسم محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، ابوالحسن علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) لیکن بیٹے کی نسبت سے "ابو" کہنے کے سوا کبھی کسی اور وجہ سے بھی ابو کہکر اس شخص کی کسی اور خصوصیت کی طرف اشارہ مقصود ہوتا تھا جیسے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کسی وجہ سے ناراض ہو کر چلے گئے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آکر سیدۃ کونین رضی اللہ عنہا سے دریافت فرمایا کہ وہ کہاں ہیں انھوں نے لاعلمی ظاہر فرمائی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک صحابی کو بھیجا کہ دیکھو علی کہاں ہیں؟

صحابی نے آکر اطلاع دی کہ مسجد میں آرام فرما ہیں

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لائے ملاحظہ فرمایا کہ علی رضی اللہ عنہ محو استراحت ہیں اور چادر کندھوں سے ڈھلک گئی ہے کندھوں اور کپڑوں کو مٹی لگ گئی ہے حضور شفقت کے ساتھ ان کے کندھوں سے مٹی جھٹکتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ اے ابوتراب! اُٹھو۔ اے ابوتُراب! اُٹھو۔ تراب عربی میں "مٹی" کو کہتے ہیں مطلب "اے مٹی لگے ہوے" اس دن سے سیدنا علی کا

لقب ابوتراب ہوگیا۔

مشہور راویٔ حدیث صحابی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک بلی پالی تھی اس کی وجہ سے ان کا نام ''ابوہریرہ'' پڑ گیا یعنی بلی والا سب لوگ ان کا اصل نام چھوڑ کر اس کنیت ہی سے واقف ہیں۔

کفاران قریش کے دو سرداروں کی اسلام دشمنی کے واقعات سے تاریخ بھری پڑی ہے ان کے بھی اصل نام سے صرف اہل علم واقف ہیں اور عوام میں دونوں بھی اپنی کنیت سے مشہور ہیں یعنی ابوجہل اور ابولھب۔ ابوجہل یعنی جہالت کا باپ یعنی پرلے درجہ کا جاہل۔ ابولہب کے بارے میں کہتے ہیں بہت ہی سرخ وسفید تھا اور ذرا ذرا سی بات پر غصہ سے لال ہو جاتا تھا لہب کے معنٰی ہیں آگ کا شعلہ۔ ابولہب کے معنٰی ہوے آگ کے شعلہ والا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت میں سورۂ لہب نازل فرمائی اور اعلان فرمادیا کہ یہ بدبخت دشمن رسول عنقریب شعلوں والی آگ میں داخل کردیا جائے گا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم انصار میں ایک شخص کے ہاں لڑکا پیدا ہوا اس نے اس کا نام قاسم رکھا۔ انصار نے اس سے کہا ہم تجھے ابوالقاسم کبھی نہ کہیں گے۔ (اور اس مبارک کنیت سے) تیری آنکھوں کو ہرگز ٹھنڈا نہ کریں گے (تجھے خوش نہ کریں گے) وہ صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوے اور عرض کی

میرے پاس ایک لڑکا پیدا ہوا ہے اور میں نے اس کا نام قاسم رکھا ہے سب انصار مجھ سے کہتے ہیں کہ ہم (رواج کے مطابق) تجھے ابوالقاسم نہ کہیں گے اور تیری آنکھوں کو ٹھنڈا نہ کریں گے (برابری اور برادری کا ذہن رکھنے والے کم عقل لوگ دیکھیں اور عبرت حاصل کریں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کنیت سے کسی اور کو پکارنا ان کی عقیدت اور ایمان نے گوارا نہ کیا۔

اب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا جواب سنئے) حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا

''انصار نے اچھا کام کیا تم لوگ میرا نام رکھ لو مگر میری کنیت نہ رکھو کیونکہ میں ہی تو تقسیم کرنے والا (قاسم) ہوں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی اصل قاسم ہیں اور جس کو بھی جو کچھ ملتا ہے وہ حضور ہی کے دست کرم سے ملتا ہے۔ صحیح البخاری باب الجہاد میں حضرت ابوہریرہ کی روایت درج ہے:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

میں (اپنی طرف سے) کچھ دیتا ہوں اور نہ کچھ روکتا ہوں میں تو قاسم ہوں جہاں حکم دیا جاتا ہے وہاں صرف کرتا ہوں۔

بخاری شریف کے باب العلم میں حضرت معاویہ سے روایت ہے انھوں نے ایک مرتبہ خطبہ دیتے ہوے کہا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوے سنا حضور نے فرمایا

''اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بہت زیادہ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے میں بانٹنے والا ہوں اور اللہ عطا فرماتا ہے یہ امت ہمیشہ اللہ کے دین پر قائم رہے گی مخالفین اس کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے یہاں تک کہ قیامت آجائے گی۔''

شارح بخاری لکھتے ہیں

''حضور کے فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ مخلوقات میں سے جس کسی کو جو کچھ ملا یا آئندہ ملے گا ان سب کا دینے والا اللہ ہے اور بانٹنے والا میں ہوں جس طرح اللہ کے معطی ہونے میں کسی قسم کی تخصیص جائز نہیں اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قاسم ہونے میں کسی قسم کی تخصیص جائز نہیں۔ جس طرح مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ عالم کی ہر نوع ہر فرد خواہ وہ فرشتے ہوں یا جن یا انسان خواہ اور کچھ، سب کو سب کچھ اللہ کی عطا سے ملا اور ملے گا اسی طرح یہ اعتقاد بھی واجب ہے کہ بلا استثناء سب کو جو کچھ ملا یا ملے گا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیئے سے ملا اس لئے جن لوگوں نے اسے علم کے ساتھ خاص کیا یہ درست نہیں۔''

❁❁❁❁

قرض ـــــ خدا محفوظ رکھے اس بلا سے

ایک صالح اور پر امن معاشرہ کے قیام کیلئے قناعت بیحد ضروری ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی قناعت کی تعلیم دی ہے۔ دولت کمانے سے منع نہیں فرمایا لیکن یہ ہے کہ حصول دولت کی خاطر بندہ حدود اللہ کو نہ توڑے اور خدا اور رسول کی تعلیمات اور ان کے احکامات کو پس پشت نہ ڈال دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور مقدس میں بھی بعض صحابہ صاحب مال وثروت تھے اور دیکھا جائے تو زکات' عشر اور خمس کے احکام صاحب ثروت لوگوں پر ہی لاگو ہوتے ہیں نہ کہ مفلسوں اور محتاجوں پر۔ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے محتاجی سے پناہ مانگی ہے اور کثرتِ دولت سے بھی۔ کیونکہ ان دونوں صورتوں میں آدمی خدا سے دور اور جرائم سے قریب ہو جاتا ہے۔

یہاں ہندوستان کے عام لوگوں اور خاص طور پر ہندوستانی مسلمانوں میں قناعت پسندی عام ہے لوگ جو کچھ کماتے ہیں اسی میں خوشی خوشی اپنی زندگی گذار لیتے ہیں لیکن پچھلے چند برسوں میں خاص طور پر سوویت روس کے خاتمہ کے بعد امریکی حکومت ساری دنیا پر حکومت چلانے کی کوشش کر رہی ہے اور سارے ممالک پر اپنی تہذیب' اپنا کلچر' اپنی زبان اور اپنا مذہب مسلط کرنے کی کوشش کر رہی ہے اس کے لئے موجودہ دور کے سب سے طاقتور وسیلہ ٹی۔ وی کا سہارا لیا جارہا ہے۔ ٹی وی کے ذریعہ ہی اس نے طالبان کو سب سے بڑے وطن پرست اور حریت پسند قائدین قرار دیا تھا جو افغانستان سے روسی استعمار کو مار بھگانے میں کامیاب ہوئے اس کے بعد ان ہی طالبان کو دنیا کے سب سے بڑے دہشت گرد قرار دے کر ان کے خلاف فوجی کاروائی کو اور اپنے ہر ظلم وستم کو حق بجانب قرار دے رہا ہے۔ اسی طرح اس نے صدام حسین کو ایران پر حملہ کی ترغیب

دی ہر طرح کی مالی اور فوجی امداد دی اور عراق کا ہیرو قرار دیا۔ پھر اس نے کویت پر حملہ کروا کے ظالم وجاہل جنگجو قرار دیا اس طرح عرب علاقوں میں عربوں کے خروج اور اپنی فوج متعین کرنے کی راہ ہموار کر لی اس کے ملک میں غذائی اجناس حتیٰ کہ ضروری دواؤں تک کا داخلہ ممنوع قرار دیا اس طرح کا بے بس ملک کس طرح انتہائی طاقتور کیمیائی ہتیاروں کا ذخیرہ کر سکتا ہے؟ لیکن اس نے ٹی وی اور میڈیا کے سارے ذرائع ابلاغ کا استعمال کر کے صدام حسین اور اس کے ملک کی انتہائی غلط تصویر دنیا کے سامنے پیش کی اور اس کے خلاف جنگ کر کے اسکا خاتمہ کر دیا۔ یہ باتیں تو ضمناً آ گئی اصل کہنا یہ ہے کہ ٹی۔ وی کے ذریعہ ہمارے ملک میں ایسے ڈرامے پیش کئے جا رہے ہیں جس سے بے حیائی، بدمعاشی، آوارگی اور بدچلنی کو فیشن کے روپ میں پیش کیا جا رہا ہے خاندان کے افراد ایک دوسرے کو شک وشبہ کی نظر سے دیکھتے ہیں ایک ہندوستانی عورت جو شوہر کو نیم خدا تصور کرتی تھی اور شادی کو جنم جنم کا ساتھ سمجھتی تھی اب ٹی وی کے ذریعہ اسے ہر تھوڑے دن بعد شوہر تبدیل کرتا ہوا دکھایا جا رہا ہے خواتین کا حال یہ ہے کہ گھر میں بھی اسی طرح نئے نئے ملبوسات میں نئے نئے زیورات پہنتی رہتی ہیں کہ ہندوستان کے شاہی خاندان کی مستورات بھی ایسے لباسوں اور اس طرح کے زیورات میں نہ رہی ہوں گی شاہی خاندانوں کی خواتین اچھے سے اچھے لباس اور اعلیٰ ترین زیورات صرف تقاریب کے مواقع پر زیب تن کرتی ہیں لیکن یہاں تو روزانہ اور گھر میں بھی اعلیٰ درجہ کے لباس اور زیورات استعمال ہو رہے ہیں ٹی وی دیکھ دیکھ کر عام ہندوستانی خواتین بھی نئے نئے فیشن کے لباس اور زیورات کی خواہشات کرنے لگی ہیں لیکن اس کے لئے پیسہ کہاں ہے؟ پیسہ فراہم کرنے کے لئے بنکوں نے حصول قرض کے قواعد میں کافی نرمی پیدا کر دی ہے دو لاکھ تک قرض تو ہر ملازم سرکار کو دو ساتھی ملازمین سرکار کی ضمانت پر ایک دن میں فراہم کر دیا جا رہا ہے۔ اس کے سوا سلور کارڈ، گولڈ کارڈ، ویزا کارڈ، چارج ایکس وغیرہ قسم کی کئی اسکیمات میں جس کے ذریعہ آدمی جتنا چاہے خریدے اسی طرح آجکل چٹ فنڈ کے کام کا بھی کافی چرچا ہے یہ بھی سودی قرض ہی کی رقم ہے جس میں ہر مہینہ جمع شدہ رقم پر ہراج کی بولی لگتی ہے اور کوئی شخص 50 ہزار کی رقم کیلئے 80 ہزار کی بولی لگاتا ہے ایک لاکھ کے لئے ڈیڑھ لاکھ تک اسی طرح مختلف عنوانات

سے سودی قرضوں میں پھانسا جارہا ہے کوئی اپنی حقیقی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے قرض حاصل کرے تو ٹھیک ہے لیکن جھوٹی شان وشوکت کے لئے اور کاروبار پھیلانے کے لئے ناواجبی شرائط پر قرض حاصل کرے تو وہ خدا کی نافرمانی کا مرتکب ہورہا ہے اللہ رب العزت نے کسی گناہ پراتنی وعید سخت نہیں سنائی جتنی کہ سود پر ہے کہ سود کھانے والوں کو فرمایا

''اللہ اوراس کے رسول سے لڑنے کے لئے تیار ہوجاؤ''

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کھلا چیلنج ہے۔اب کس میں اتنی طاقت اور ہمت ہے جو اللہ اور اسکے رسول سے جنگ کرے؟

البتہ قرض حسنہ دینے اور لینے کی اجازت ہے۔ایک ذی حیثیت مسلمان کو چاہئے کہ اپنے دوسرے مسلمان کی ضرورت کے وقت اُسے قرض دیدے تاکہ اس کا کام نکل جائے اور قرض حاصل کرنے والے کا فرض ہے کہ وہ اُسے بعجلت ممکنہ ادا کردے خواہ مخواہ کی تاخیر نہ کرے اور خدا نخواستہ وہ قرض باقی رکھ کر دنیا سے گذر جائے تو اندیشہ ہے کہ اس کا شمار مغضوبین میں ہوگا قرض باقی رکھ کر وفات پا جانے والے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس درجہ ناپسند فرماتے تھے ذیل کی حدیث سے واضح ہے۔

حضرت سلمہ بن رکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک جنازہ لایا گیا لوگوں نے عرض کی

حضور اس کی نماز پڑھ دیں

دریافت فرمایا ''کیا اس پر کچھ قرض باقی ہے؟

لوگوں نے عرض کی۔ جی نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا اس نے کچھ مال چھوڑا ہے؟

لوگوں نے کہا جی نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھ دی۔

اس کے بعد ایک دوسرا جنازہ لایا گیا لوگوں نے عرض کی۔

حضور! اس کی نماز پڑھا دیجئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا۔ اس پر کچھ قرض ہے؟

عرض کیا گیا　　جی ہاں کچھ قرض ہے۔

آپ نے پوچھا　　اس نے کچھ مال چھوڑا ہے؟

لوگوں نے عرض کی　　"تین اشرفیاں"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکی نماز پڑھ دی (یعنی اس کے چھوڑے ہوے مال سے اس کا قرض ادا کر دیا جائے گا)

پھر تیسرا جنازہ لایا گیا لوگوں نے عرض کی اس کی بھی نماز پڑھ دیجئے

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا　اس نے کچھ مال چھوڑا ہے؟

لوگوں نے عرض کی　　جی نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا　اس پر کچھ قرض ہے؟

لوگوں نے عرض کی　　جی ہاں۔ تین اشرفیاں قرض باقی ہے۔

آپ نے فرمایا　　تم لوگ اپنے دوست کی نماز پڑھ لو میں نہ پڑھوں گا۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ حاضر تھے انھوں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ اس کی نماز پڑھا دیجئے اس کا قرض میرے ذمہ ہے (یعنی میں ادا کردوں گا) تب آپ نے اس کی نماز پڑھائی۔"

جو لوگ بلا خوف وخطر قرض لیتے رہتے ہیں اور ادا کرنے میں ٹال مٹول سے کام لیتے ہیں ان کو یہ حدیث پیش نظر رکھنی چاہیے۔ چٹ فنڈ اور بنک جیسے اداروں سے سودی قرض حاصل کرنے کو بیحد برا سمجھنا چاہئے کیونکہ اس طرح ہم مخالف اسلام معاشی نظام کو مستحکم کرنے کے گناہ سے بچ سکتے ہیں۔

✿✿✿✿✿

سماع موتی

انسان کی ساری صفات میں سماعت یعنی سننا ایک اہم صفت ہے۔ جو آدمی سن نہیں سکتا وہ دنیا کی بہت ساری نعمتوں سے محروم رہتا ہے۔ نجدیوں اور اہل سنت کے درمیان یہ مسئلہ مابہ النزاع ہے کہ مُردے سن سکتے ہیں کہ نہیں سن سکتے۔ ہمارے علماء نے نجدیوں کے جواب میں بہت ساری کتابیں تصنیف فرمائیں اور ان کے اعتراضات کا مدلل اور مسکت جواب تحریر فرمایا اس پر بھی اگر وہ اپنا عقیدہ درست اور اپنی ہی بات سچی سمجھ کر اڑے رہیں تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ ع

خدا جب دین لیتا ہے تو عقلیں چھین لیتا ہے

بد بخت لوگ عامۃ المسلمین ہی نہیں اولیاء کرام بلکہ سید الانام خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوت سماعت کا بھی انکار کرتے ہیں۔ اب یہاں بخاری شریف کی حدیث ملاحظہ کیجئے جس میں ایسے ظالم، سفاک اور بد بخت کفاران مکہ کی سماعت بعد الموت کا ذکر ہے جو نہ صرف کافر و مشرک تھے بلکہ انتہا درجہ کے دشمن رسول، دشمن اسلام تھے اور اسلام کو اس کے ابتدائی ایام ہی میں ختم کر دینا چاہتے تھے تاکہ یہ نوخیز پودا ایک تناور درخت نہ بن سکے حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اپنے صرف تین سو تیرہ صحابیوں کے ساتھ میدان بدر میں تشریف لائے اور تین گنا زیادہ تعداد پر مشتمل لشکر جو ہر قسم کے اسلحہ اور رسد سے لیس تھا کو شکست فاش دی اور اہم جنگجو سرداران قریش کو واصل جہنم کر دیا۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدر کے دن چوبیس سرداران

قریش کوایک انتہائی گندے، سڑے ہوئے، نجس وناپاک کرنے والے کنویں میں ڈال دینے کا حکم دیا اور آپ کی عادت شریفہ تھی کہ آپ جب کسی قوم پر فتح پاتے تو اسی میدان میں تین دن تین رات قیام فرمارہتے۔ جب فتح بدر کا تیسرا دن آیا تو آپ نے اپنی سواری کسنے کا حکم دیا۔ سب صحابہ کرام آپ کے ساتھ تھے اور یہ سمجھ رہے تھے کہ آپ کسی کام سے نکلے ہیں (یعنی آپ نے نکلنے سے قبل صحابہ کو آگاہ نہیں فرمایا کہ آپ کس طرف جانے والے ہیں اور کس لئے جانے والے ہیں) آپ سواری پر چلتے ہوئے اس کنویں کے کنارے پر جا ٹھہرے (جس میں اُن بد بخت چوبیس کافروں کی لاشوں کو ڈال دیا گیا تھا) اور مقتولین کفار کے نام ان کے باپوں کے ناموں کے ساتھ پکارنے لگے۔ اے فلاں ابن فلاں! اے فلاں ابن فلاں! کیا تم لوگوں کے لئے یہ آسان نہ تھا کہ تم لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کر لیتے۔ ہم سے جو وعدہ ہمارے رب نے فرمایا تھا وہ ہم نے سچا پایا (یعنی ہمیں فتح وکامرانی نصیب ہوئی) کیا تم لوگوں نے بھی اپنے رب کا وعدہ سچا پالیا (یعنی دنیا میں ذلت وخواری اور آخرت میں عذاب وعقوبت) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سرکار سے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا آپ ایسے جسموں سے کلام کرتے ہیں جن میں روح نہیں ہے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے کہ تم میری بات کو ان مردوں سے زیادہ نہیں سنتے''

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ ہاں نہیں سنتے مگر میں اپنی قوت رسالت ونبوت کے ذریعہ انھیں سنا رہا ہوں اگر یہ فرمایا ہوتا تو یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ قرار پاتا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کا لہجہ بتا رہا ہے کہ مُردوں میں قوت سماعت موجود ہے جو زندوں کی قوت سماعت سے بھی قوی تر ہے۔ جب یہ طاقت بدترین دشمن دین کافروں کو بھی حاصل ہے تو پھر عامۃ المسلمین کی قوت سماعت پھر اولیاء کرام اور سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی قوت سماعت کتنی قوی ہوگی۔۔۔؟!

❁❁❁❁❁

قرآن مجید میں اختلافِ روایات

اہل علم جانتے ہیں کہ قرآن مجید کی سات قرأتیں تواترہ ہیں اور ان کے سوا بھی ہیں جو شاذہ ہیں ان قرأتوں کے ساتھ جو قاری قرآن مجید مکمل طور پر پڑھنا جانتے ہیں ان کو ہم ''قاری سبعہ و عشرہ کہتے ہیں۔ عام مسلمان صرف ایک ہی قرات سے واقف ہیں جو قرآن مجید کے مطبوعہ نسخوں میں پائی جاتی ہے اہل علم اس کو قرات سیدنا حفص علیہ الرحمہ کہتے ہیں قرأت کی سات یا دس روایتیں حضور علیہ الصلوۃ والتسلیم کے زمانہ میں بھی تھیں یا بعد کے لوگوں نے اس کی ایجاد کی ہے؟ اس کا علم ہر دیندار مسلمان کو ہونا چاہئے۔

بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا میں نے ایک شخص کو ایک آیت پڑھتے ہوئے سنا اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے خلاف سنا تھا میں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں لے آیا حضور نے (ان دونوں سے پڑھوا کر سنا) اور ارشاد فرمایا تم دونوں نے صحیح پڑھا شعبہ نے کہا میرا گمان ہے کہ یہ بھی فرمایا تھا کہ آپس میں اختلاف نہ کرو اس لئے کہ تم سے پہلے والوں نے اختلاف کیا تو ہلاک ہو گئے۔

شارح بخاری نے ابن حبان سے مفصلاً اس واقعہ کو اس طرح درج کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں مسجد میں گیا وہاں کچھ لوگ بیٹھے تھے میں نے ان میں سے ایک شخص سے کہا (غالباً وہ نئے نئے مسلمان ہوئے ہونگے حضرت ابن مسعود جاننا چاہتے ہوں گے کہ

انھوں نے کتنا قرآن پڑھا ہے اور یہ کس طرح پڑھتے ہیں) قرآن شریف پڑھوانھوں نے سورۂ رحمٰن کی تلاوت کی اوراس طرح پڑھا کہ ہم کورسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح نہیں پڑھایا تھا اس پر میں نے انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اکابر صحابہ میں شمار کئے جاتے ہیں ان کا علم اور تفقہ فی الدین بھی مسلمہ حیثیت رکھتا ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں جب قرآن مجید کی تدوین وترتیب کا کام انجام دیا گیا تو اجلۂ صحابہ کی ایک کمیٹی تشکیل دی گئی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی اس کمیٹی کے رکن رکین تھے لیکن قرآن مجید کی آیات میں اختلاف روایات سے وہ بھی ناواقف تھے تا آنکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں آگاہ نہ فرمایا اسی طرح صحیح البخاری میں حضرت عمر کی ناواقفیت سے متعلق بھی ایک روایت ملتی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک صحابی کوسورۂ فرقان پڑھتے ہوئے سنا وہ کسی اور طرح سے پڑھ رہے تھے ویسا نہیں پڑھتے تھے جیسے وہ پڑھا کرتا تھا اور جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے پڑھایا تھا قریب تھا کہ میں جلدی کر بیٹھتا (یعنی میرے حساب سے غلط پڑھنے پر اُن کوسرزنش کرتا) لیکن میں نے ان کومہلت دی پھر جب وہ (نماز سے) فارغ ہوگئے تو میں نے ان کی چادر پکڑ کر انھیں کھینچا اور انھیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے آیا اور عرض کی حضور ! آپ نے مجھے جس طرح قرآن شریف پڑھایا ہے یہ اس کے علاوہ دوسرے طریقہ سے پڑھ رہا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اُسے چھوڑ دو پھر ان سے فرمایا پڑھ ! جب انھوں نے پڑھا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ آی اتا سی طرح نازل کیگئی ہیں پھر مجھ سے فرمایا تم پڑھو جب میں نے پڑھا تو فرمایا اس طرح بھی نازل کی گئی ہیں بے شک قرآن سات حرفوں پر نازل کیا گیا ہے۔اس میں سے جوتمھیں آسان ہے پڑھو۔

غور کرنے کی بات یہ ہیکہ نزول قرآن مجید سے متعلق جو احادیث وروایات ملتی ہیں ان میں کہیں یہ نہیں ملتا کہ نزول کے وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام ساتوں روایات بتایا کرتے تھے نہ ہی یہ معلوم ہوتا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام ہر سال رمضان میں جب دور قرآن مجید کے لئے آتے تو سات

روایات بتایا کرتے تھے سات روایات سے مراد اہل عرب کے وہ سات معیاری لہجے ہیں جو عرب کے اکابر قبائل میں رائج تھے جو فصیح و بلیغ سمجھے جاتے تھے ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ قبیلۂ قریش ہی میں رائج سات لہجے تھے لیکن ایسا ہوتا تو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اتنی حیرانی نہ ہوتی جتنی ان مذکورہ بالا حدیثوں سے ظاہر ہو رہی ہے۔

حضرت جبرئیل تو قرآن کی آیات لیکر حاضر ہوتے اور حضور کاتبان وحی کو لکھوا دیا کرتے لیکن بہت سے امور اللہ رب العزت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب اطہر پر راست نازل فرماتا اس میں جبرئیل کا واسطہ بھی نہ ہوتا تو جو باتیں خود جبرئیل کے بھی علم میں نہ ہوں وہ صحابہ کے علم میں کس طرح ہوسکتیں یہی وجہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت عمر اور دیگر اصحاب کرام جب کبھی کوئی معاملہ ان کے علم وفہم سے ماوراء معلوم ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رجوع کرتے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جواب سے تشفی پاتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُمی کہہ کر اَن پڑھ اور بے علم ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرنے والے عقل کے اندھوں کو جان لینا چاہئے کہ صاحبان علم ودانش صحابہ کرام کا علم جہاں ختم ہو جاتا وہاں سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم شروع ہوتا ہے اور یہ علم نبوت کا علم ہے اور یہ فہم رسالت کی فہم ہے جس کے علم وفہم کے آگے اکابر صحابہ خود کو بے علم و بے فہم سمجھتے تھے ان کے علم وفہم کو پندرھویں صدی کے لوگ کیا سمجھیں؟

✿✿✿✿✿

روزہ کا شوق

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت مبارک سے قبل ساری عرب قوم جہالت کے دلدل میں پھنسی ہوئی تھی، بت پرستی، ستارہ پرستی اور طرح طرح کی پرستشوں میں مبتلا تھی جادو ٹونا جوے بازی شراب خوری، فحاشی اور بدکاری عام تھی حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تعلیم کا یہ اثر ہوا کہ بہت تھوڑے عرصہ میں ان ساری برائیوں کی جگہ نیکیوں نے لے لی اب وہ خدا پرست، عبادت گذار، ایثار و ہمدردی کا پیکر بن گئے۔ ان میں کی اکثریت راتوں کو نمازوں میں گذارتی اور دن میں روزہ دار ہوتی۔ حضور نے انھیں سمجھایا کہ اسلام میانہ روی کی تعلیم دیتا ہے نماز پڑھو، روزہ رکھو، تلاوت کرو، درود پڑھو جو نیکیاں ہوسکتی ہیں کرو مگر اپنے گھربار سے کاروبار سے غافل مت رہو۔ معاد کی فکر میں فکر معاش سے کنارہ کش نہ ہوجاؤ۔ ''صوم وصال'' کے عنوان سے امام بخاری علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب میں کئی روایات درج فرمائی ہیں نمونتاً آپ کے سامنے کچھ روایات پیش کی جاتی ہیں۔

ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن نے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ مجھ سے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اے عبداللہ! کیا مجھے یہ خبر نہیں دی گئی کہ تم ہمیشہ دن میں روزہ رکھتے ہو اور رات میں قیام کرتے ہو (نمازیں پڑھتے ہو) میں نے عرض کی جی ہاں! یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) حضور نے فرمایا اب آئندہ ایسا مت کرو۔ روزہ بھی رکھ اور بے روزہ بھی رہ (یعنی کبھی رکھ اور کبھی چھوڑ دے) رات کو قیام بھی کیا کر اور سویا بھی کر بے شک تیرے جسم کا تجھ پر حق ہے تیری آنکھوں کا تجھ پر حق ہے تیری بیوی کا تجھ پر حق ہے، تیرے ملاقاتیوں کا تجھ پر حق ہے اور تجھے یہ کافی ہے کہ ہر مہینہ میں تین روزے رکھ لے کیونکہ ہر نیکی کا ثواب دس گنا ہے (تین روزوں سے تیس روزوں کا ثواب مل جائیگا) یہ صیام دہر ہوگیا (یعنی سال بھر کے روزوں کا ثواب) میں نے سختی چاہی (یعنی اس سے زیادہ کی اجازت طلب کی) تو مجھ پر سختی کی گئی میں نے عرض کی یارسول اللہ! میں اس سے زیادہ کی قوت و طاقت اپنے میں محسوس کرتا ہوں ارشاد ہوا اللہ کے نبی داؤد کا روزہ رکھ

لے اور اس پر زیادہ مت کر۔ میں نے عرض کی اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام کا روزہ کیا تھا فرمایا آدھے زمانہ کا (یعنی ایک دن روزہ رہنا ایک دن چھوڑ دینا) راوی حدیث کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرو بن عاص کی جب عمر زیادہ ہوگئی تو کہا کرتے تھے اے کاش! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رخصت قبول کر لی ہوتی (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے از خود خواہش کر کے زیادہ روزوں کی اجازت طلب کی تو اجازت مل گئی اور اب ان کیلئے اس پر عمل واجب ہو گیا کیونکہ یہ رسول کا حکم ہے جو ٹالا نہیں جا سکتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ پر مہربانی کی وجہ سے انھیں صوم وصال (مسلسل روزوں) سے منع فرمایا لوگوں نے عرض کی حضور (آپ تو خود) صوم وصال رکھتے ہیں آپ نے فرمایا میں تمہارے جیسا نہیں ہوں مجھے میرا رب کھلاتا اور پلاتا ہے۔

اسی مضمون کی ایک اور حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صوم وصال سے منع فرمایا تو مسلمانوں میں سے ایک صاحب نے عرض کی یا رسول اللہ! حضور تو صوم وصال رکھتے ہیں اس پر ارشاد فرمایا ''ایکم مثلی ''تم میں میرا جیسا کون ہے؟ میں اس حال میں رات گذارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے (حضور کے اس کھلے حکم کے باوجود بعض لوگ باز نہیں آئے یعنی شوق عبادت و ریاضت و خوف آخرت اس قدر زیادہ ہو گیا تھا کہ وہ لوگ مسلسل روزے رکھنے پر مصر تھے) تو اُن کے ساتھ دو دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی صوم وصال رکھا پھر لوگوں نے چاند دیکھ لیا تو فرمایا اگر مہینہ اور رہتا تو میں بھی مزید دنوں تک یوم وصال رکھتا۔

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ صوم وصال رکھنا منع ہے اور ایام بیض کے تین روزے یعنی ہر مہینے کی تیرہ' چودہ اور پندرہ کو روزہ رکھ لیں تو مہینہ بھر کے روزوں کا ثواب ہے یا کسی کو بہت ہی روزے رکھنے کا شوق ہے تو وہ صوم داؤد رکھے یعنی ایک دن روزہ رہے اور ایک دن ترک کرے۔ تیسرے جو لوگ ''انا بشر مثلکم '' سے نبی کا مثل ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں ان کو غور کرنا چاہئے کہ جب صحابہ سے حضور نے فرمایا ''ایکم مثلی ''تم میں میرے جیسا کون ہے تو بعد کے مسلمان خاص طور پر اس دور کے مسلمانوں کو سمجھ لینا چاہئے کہ نبی سے برابری اور برادری کا دعوٰی ایک ایسا خبط ہے جو انھیں دین سے خارج کر دے گا اور یوم حساب صرف پچھتاوا اُن کا مقدر ہوگا جس کا کوئی ازالہ نہ ہو سکے گا۔

حضرت ابوہریرہؓ اور روایت حدیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا نام زمانہ جاہلیت میں عبدشمس تھا اسلام قبول کرنے کے بعد آپ کا نام عبدالرحمٰن رکھا گیا کیونکہ آپ نے ایک چھوٹی سے بلی پال رکھی تھی اس لئے آپ کی کنیت ابوہریرہ پڑگئی اور آپ کے نام سے زیادہ آپ کی کنیت ہی مشہور ہوگئی۔ اکتر (۷۱) برس کی عمر میں مدینہ منورہ میں انتقال ہوا اور جنت البقیع میں تدفین عمل میں آئی سب سے زیادہ احادیث آپ ہی سے مروی ہیں اور کثرت روایت کی وجہ خود ابوہریرہؓ بیان فرماتے ہیں ان کا قول امام بخاری نے اپنی کتاب میں درج فرمایا ہے۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ لوگ کہا کرتے ہیں ابوہریرہ نے بہت احادیث بیان کی ہیں۔ اگر کتاب اللہ میں یہ دو آیتیں نہ ہوتیں تو میں ایک حدیث بھی بیان نہ کرتا پھر تلاوت فرمائی ''ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات والھدیٰ..... الخ'' (بے شک لوگ چھپاتے ہیں اُن نشانیوں اور ہدایات کو جو ہم نے نازل فرمائیں) ہمارے مہاجر بھائیوں کو بازار میں خرید وفروخت کا شغل رہتا تھا اور ہمارے انصار بھائی اپنے معاشی مسائل میں لگے رہتے تھے اور ابوہریرہ (یعنی خود) اپنا پیٹ بھر لینے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں رہتا تھا اور ایسے اوقات میں بھی رہتا تھا جب لوگ موجود نہ ہوتے اور وہ باتیں یاد کرلیتا تھا جو لوگ یاد نہ کرتے تھے یعنی ہمہ وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت و پیشی میں ہونے کی وجہ سے وہ حضور کے احوال، اقوال اور اعمال کو دوسروں کی بہ نسبت زیادہ دیکھ پاتے تھے اس کے سوا اور ایک وجہ بھی انھوں نے بیان فرمائی۔

ابوہریرہؓ کہتے ہیں میں نے ایک دفعہ عرض کی ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! قیامت کے دن آپ کی شفاعت سے کون زیادہ نفع اٹھائے گا'' آپ نے ارشاد فرمایا ابوہریرہ ! میرا خیال تھا کہ تم سے

پہلے کوئی یہ بات مجھ سے نہ پوچھے گا کیونکہ حدیث جمع کرنے میں مَیں نے تمہاری حرص دیکھ لی ہے قیامت کے دن میری شفاعت سے سب سے زیادہ بہرہ مند وہ شخص ہوگا جو خلوص دل سے اپنے جی میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہدے"۔

حضرت ابو ہریرہؓ کے بارے میں جیسے آپ نے ابھی پڑھا وہ شب و روز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشی میں رہتے تھے اور انھیں احادیث جمع کرنے کا بھی بہت شوق تھا وہ حضور سے بہت سی باتیں پوچھ لیا کرتے تھے لیکن مشکل یہ تھی کہ ان کا حافظہ بہت کمزور تھا اور وہ بہت سی باتیں بھول جایا کرتے تھے انھوں نے اپنے اس مرض کی حضور سے شکایت کی اور علاج پالیا اس واقعہ کی روایت بخاری میں ملاحظہ فرمائیں۔

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک مرتبہ عرض کی یارسول اللہ ! میں آپ سے بہت سی حدیثیں سنتا ہوں اور بھول جاتا ہوں آپ نے ارشاد فرمایا "اپنی چادر پھیلاؤ" چنانچہ میں نے چادر پھیلادی تو آپ نے اپنے دونوں دست مبارک سے چلو بنایا اور چادر میں ڈال دیا اور فرمایا کہ چادر کو اپنے اوپر لپیٹ لو (حسب الحکم) میں نے چادر کو اپنے اوپر لپیٹ لیا اور پھر اس کے بعد سے کچھ نہیں بھولا۔

سبحان اللہ ! وہ نوازنے پہ آئیں تو نواز دیں زمانہ۔

ابو ہریرہ نے تو بہت چھوٹی چیز مانگی تھی جو انھیں مل گئی اور اس کے طفیل وہ سب سے بڑے راوی حدیث بن گئے۔

حج مبرور

حج ہر عاقل، بالغ، آزاد مرد اور عورت جو صاحب استطاعت بھی ہو پر فرض ہے اس فرض کی ادائیگی میں عجلت کرنا چاہئے کیونکہ مناسک حج کی ادائی کے لئے آدمی کا قوی اور صحت مند ہونا ضروری ہوتا ہے بیحد ضعیف، کمزور اور غیر صحت مند افراد بھی حج کر لیتے ہیں لیکن اس عبادت کا صحیح لطف اور اس کی لذت انھیں میسر نہیں ہوتی اب حالیہ عرصہ میں دونوں حرمین شریفین کی اس قدر توسیع عمل میں آگئی ہے کہ صحت مند اور جوان لوگ ہی اگلی صفوں تک جا سکتے ہیں بہر حال جس طرح بھی ہو اس عبادت سے خود کو مشرف کرنا اور اس فرض کی ادائی کرنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے اس فرض کی ادائیگی کا ثواب بھی بے مثال ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ''جو شخص اللہ کے لئے حج کرے پھر کوئی فحش بات نہ کرے اور کوئی گناہ نہ کرے تو وہ (اس حال میں) لوٹے گا جیسے اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔'' (یعنی سارے گناہ دھل کر وہ ایسا پاک وصاف ہو جائے گا کہ کوئی گناہ اس کے نامۂ اعمال میں نہ ہوگا۔)

حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی زوجۂ محترمہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں ایک بار انھوں نے کہا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! ہم لوگ جہاد کو بڑی عبادت سمجھتے ہیں۔ پس کیا ہم لوگ جہاد نہ کریں آپ نے اُن سے فرمایا نہیں۔ بلکہ عمدہ جہاد حج مبرور ہے تم لوگوں کے لئے۔ (یعنی خواتین اور کمزور افراد جو جہاد کی سختی کے متحمل نہیں ہو سکتے اگر وہ خلوص نیت کے ساتھ حج کر لیں تو یہی ان کے حق میں جہاد کا قائم مقام ہو جائے گا۔)

حج ایسا فرض ہے جو زندگی میں ایک بار فرض ہے اور اس کے ارکان کی ادائیگی کے احکام بھی

مختلف ہیں اس لئے حج کے احکام سے متعلق علیحدہ کتابیں بھی لکھی گئی ہیں اور آجکل اس کے تربیتی اجتماعات بھی ہورہے ہیں جس سے عازمین حج کافی تعداد میں استفادہ کررہے ہیں فللہ الحمد !حج کے دوران تلبیہ پڑھتے رہنا خاص سنت ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عرفہ سے مزدلفہ تک حضرت اسامہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ردیف تھے پھر آپ نے مزدلفہ سے منٰی تک حضرت فضل کو اپنا ردیف بنالیا تھا حضرت ابن عباس کہتے ہیں یہ دونوں بیان کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برابر لبیک کہتے رہے یہاں تک کہ آپ نے جمرۃ العقبہ کی رمی فرمائی (یعنی شیطان کو کنکریاں ماریں) تلبیہ لبیک لبیک پکارنے کو کہتے ہیں۔

حضور کا تلبیہ کیا تھا؟

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تلبیہ یہ تھا

اللھم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک

ان الحمد والنعمة لک والملک لا شریک لک.

(الٰہی میں حاضر ہوں۔ میں حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں۔ بے شک ساری تعریف تیرے لئے ہے تو ہی نعمتوں والا ہے اور صاحب ملک واقتدار ہے تیرا کوئی شریک نہیں)

اللھم ارزقنا زیارۃ بیتك و روضة نبيك صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وارزقنا شفاعته یوم یقوم الحساب۔ آمین

❁❁❁

حضرت عمر کی شہادت

خلیفہ دوم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی شہادت یکم محرم ۲۴ ہجری کو ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں بہت سی روایات موجود ہیں۔ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے جب اعلان نبوت فرمایا تو کفار مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا اس دور میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ رب العزت سے دعا فرمائی تھی کہ ''اے اللہ عمرو بن ہشام (یعنی ابو جہل) یا عمر بن خطاب دو میں سے کسی ایک کو اسلام کی توفیق عطا فرما'' اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی دعا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حق میں قبول فرمائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے سے مومنین کی تعداد چالیس (۴۰) ہوگئی یعنی آپ سے پہلے ۳۹ لوگوں نے اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی تھی اسلام لانے سے قبل یہ اسلام اور مسلمانوں کے بدترین دشمن تھے اور اسلام لانے کے بعد یہ کفر اور کفار کے سخت ترین دشمن ہوگئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے قبل انھیں خلیفہ نامزد فرمایا جسے سارے مسلمانوں نے بلا اختلاف قبول کیا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور خلافت ترقی' کامرانی اور فتوحات کا دور ہے اور انتظام حکومت کے اعتبار سے بھی ہر طرح کامیاب دور رہا ہے آپ کے دور خلافت ہی میں ایران فتح ہوا تھا اور کافی تعداد میں ایرانی جن میں زیادہ تر مجوسی (پارسی) مذہب کے ماننے والے تھے غلام بنا کر لائے گئے تھے ان ہی میں سے ایک غلام نے آپ کو شہید کیا آپ کی شہادت کی روایت امام بخاری نے کس طرح بیان کی ملاحظہ فرمائیں۔

''حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زخمی ہونے سے چند روز پہلے میں

نے مدینہ طیبہ میں دیکھا کہ وہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھڑے ہوئے تھے اور ان سے پوچھ رہے تھے تم لوگوں نے عراق کی زمین کا بندوبست کس طرح کیا؟ کیا تم لوگوں کو اندیشہ ہے کہ تم لوگوں نے (زرعی زمین پر ٹیکس لگانے میں) زمین کی طاقت (پیداوار) سے زیادہ اس پر ٹیکس لگا دیا ہے ان دونوں نے کہا نہیں ہم نے زمین کی طاقت پیداوار سے زیادہ اس پر ٹیکس نہیں لگایا آپ نے فرمایا اچھی طرح غور کرلو کہیں طاقت سے زیادہ تو ٹیکس نہیں لگا دیا؟ ان دونوں حضرات نے پھر ایک بار نفی میں جواب دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر اللہ نے مجھے زندہ رکھا تو عراق کی بڑی بوڑھی بیواؤں کو اتنا فارغ البال کردوں گا کہ میرے بعد وہ کسی کی محتاج نہیں رہیں گی عمرو بن میمون کہتے ہیں اس واقعہ کو ابھی چار دن بھی نہیں گذرے تھے کہ وہ زخمی کردئے گئے۔ جس روز صبح میں وہ زخمی کئے گئے (میں مسجد میں اس طرح کھڑا تھا کہ) میرے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان سوائے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے اور کوئی نہیں تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ وہ صفوں کے درمیان سے گذرتے ہوئے کہتے اپنی صفیں درست کرلو جب دیکھ لیتے کہ صفوں کے درمیان کوئی خلل نہیں تو آگے بڑھتے (مصلی پر جاکر) تکبیر تحریمہ کہتے اور اکثر پہلی رکعت میں سورۂ یوسف یا سورۂ نحل یا اسی طرح کی کوئی بڑی سورۃ پڑھتے تاکہ لوگ اکٹھے ہوجائیں۔ اس دن انھوں نے تکبیر کہی اور اس کے بعد ہی میں نے انہیں کہتے ہوئے سنا ''مجھے مار ڈالا یا کتے نے کاٹ کھایا'' اس کے ساتھ ہی کافر دو دھاری چھرا لے کر تیزی سے بھاگنے لگا (صفوں کے درمیان سے) جس کسی کے پاس سے گذرتا دائیں اور بائیں مسلسل زخمی کرتا جاتا تھا یہاں تک کہ تیرہ آدمیوں کو زخمی کردیا جن میں سے سات تو زخموں سے جانبر نہ ہوسکے اور وہ بھی شہید ہوگئے۔ مسلمانوں میں سے جب ایک شخص نے یہ دیکھا تو اس پر اپنا کمبل پھینکا۔ کافر کو جب یقین ہوگیا کہ وہ اب پکڑ لیا جائے گا تو اس نے اپنے چھرے سے خود کو ذبح کرلیا (خودکشی کرلی) ادھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (زخمی حالت میں) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور امامت کے لئے انھیں آگے کردیا جو لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قریب تھے (مسجد کے اگلے حصہ میں) انھوں نے وہ دیکھا جو میں نے

دیکھا لیکن پیچھے والوں کو کچھ معلوم نہیں ہوا سوائے اس کے کہ (اقامت کے بعد بھی) جب انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز نہیں سنی تو سبحان اللہ سبحان اللہ (یہ کلمہ نماز میں امام کو لقمہ دینے کے لئے استعمال ہوتا ہے) کہنے لگے۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے نہایت مختصر نماز پڑھائی جب لوگ نماز سے فارغ ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ابن عباس! دیکھو تو مجھے کس نے قتل کیا ہے اِدھر اُدھر گھوم کر وہ تھوڑی دیر بعد واپس آئے اور اطلاع دی مغیرہ کے غلام نے (قتل کیا ہے) دریافت کیا۔ کاریگر نے؟ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں۔ فرمایا۔ اللہ اُسے مار ڈالے میں نے اسے صرف بھلائی کا حکم دیا تھا۔ اللہ کا شکر ہے اس نے میری موت کسی ایسے شخص کے ہاتھ پر نہیں رکھی جو اسلام کا دعویٰ کرتا ہو (مسلمان ہو) تم اور تمہارے باپ پسند کرتے تھے کہ مدینے میں کثرت سے مجوسی رہیں (اصل یہ ہے کہ) حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پاس کثرت سے (مجوسی) غلام تھے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی اگر آپ چاہیں تو میں (ان غلاموں کو) قتل کر دوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کے بعد بھی قتل کرو گے کہ انھوں نے ہمارا کلمہ پڑھ لیا ہے ہمارے قبلے کی طرف رخ کر کے نماز پڑھ لی ہے۔ ہماری طرح حج بھی کر لیا ہے۔ یہ غلط بات ہے (ایسا نہیں کرنا چاہئے) پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُٹھا کر ان کے گھر لائے گئے میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا جو ان کے گھر کی طرف جا رہے تھے لوگ اس قدر رنجیدہ اور افسردہ تھے گویا ان لوگوں کو اس سے پہلے کبھی ایسی مصیبت پہنچی ہی نہیں۔ ٹھیک ہو جائیں گے کوئی کہتا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ ٹھیک نہیں ہوں گے پھر انھیں نبیذ پلائی گئی جو زخم سے باہر نکل آئی۔ پھر انہیں دودھ پلایا گیا وہ بھی زخم کے راستہ سے نکل آیا اب لوگوں کو یقین ہو گیا کہ وہ نہیں بچ سکیں گے ہم لوگ ان کے قریب گئے اور لوگ بھی آتے اور ان کی تعریف کرتے جاتے تھے اور ایک جوان آدمی آیا اور کہنے لگا اے امیر المومنین ! آپ کو اللہ کی طرف سے بشارت ہو۔ آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت بابرکت نصیب ہوئی اسلام میں سبقت نصیب ہوئی پھر آپ خلافت کے لئے منتخب ہوئے تو آپ نے انصاف کیا اب آپ کو شہادت بھی مل گئی۔ فرمایا اس میں میری کوشش کا وش نہیں (بلکہ یہ سب قسمت کی بات ہے) جب وہ جوان مڑ کر جانے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ان کا تہبند زمین

کو چھوڑ رہا ہے عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس بچے کو واپس بلاؤ جب وہ آئے تو فرمایا اے میرے بھتیجے ! اپنے کپڑے کو اٹھا لے یہ تیرے کپڑے کو زیادہ صاف رکھے گا اور یہ پروردگار کے نزدیک بھی زیادہ پرہیزگاری کی بات ہے پھر اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا مجھ پر کتنا قرض ہے؟ اسے دیکھو۔ لوگوں نے حساب لگایا تو تراسی ہزار (83000) یا اس کے قریب قریب پایا فرمایا اگر آل عمر کے مال سے پورا ہو جائے تو ان کے مالوں سے ادا کر دینا ورنہ بنی عدی بن کعب سے کہو۔ اگر ان کے مالوں سے بھی پورا نہ ہو تو قریش سے کہو ان کے علاوہ کسی اور سے نہ کہنا (بہر حال) میرا قرض ادا کر دینا۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں جاؤ ان سے عرض کرو۔ عمر آپ کو سلام عرض کرتا ہے امیر المومنین ہرگز نہ کہنا کیونکہ میں آج امیر المؤمنین نہیں، اُن سے عرض کرنا کہ عمر اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت طلب کرتا ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ گئے، ام المؤمنین کو سلام عرض کیا پھر (اندر داخلہ کی) اجازت طلب کی جب ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہ بیٹھی رو رہی تھیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی عمر بن خطاب آپ کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہے اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت طلب کرتا ہے۔ ام المؤمنین نے فرمایا میں خود یہاں دفن ہونا چاہتی تھی لیکن آج انھیں اپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں۔ جب وہ واپس آ گئے تو کہا گیا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ واپس آ گئے فرمایا مجھے اٹھا کر بٹھاؤ تو ایک شخص نے انھیں سہارا دے کر بٹھایا پوچھا کیا خبر ہے؟ عرض کی وہی جو آپ پسند کرتے تھے۔ ام المؤمنین نے اجازت دے دی۔ فرمایا اللہ کا شکر ہے میرے نزدیک اس سے زیادہ اہم کوئی چیز نہیں تھی۔ جب میری روح قبض کر لی جائے تو مجھے اٹھا کر وہاں لے جانا پھر سلام کہنا پھر عرض کرنا عمر بن خطاب اجازت طلب کرتا ہے اگر اُم المؤمنین پھر اجازت دیں تو مجھے ان کے کمرے میں دخل کرنا اور اگر وہ درخواست کو رد کر دیں تو مجھے مسلمانوں کے عام قبرستان میں دفن کر دینا۔ ام المؤ نین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ (جو حضرت عمر کی صاحبزادی تھیں) تشریف لائیں ان کے ساتھ بہت سی دوسری عورتیں بھی تھیں جب ہم نے ان لوگوں کو دیکھا تو وہاں سے اُٹھ آئے۔ ام المؤمنین اندر گئیں اور تھوڑی دیر روئیں۔ اب مَردوں نے اجازت طلب کی تو ام

المؤمنین (گھر میں) اندر چلی گئیں تا کہ آنے والوں کے لئے جگہ ہو جائے ہم نے اندر سے ان کے رونے کی آواز سنی۔ اب حاضرین نے عرض کی۔ اے امیر المومنین! وصیت فرمادیجئے کسی کو خلیفہ بنادیجئے۔ فرمایا اس چیز کا حقدار میں ان لوگوں سے زیادہ کسی کو نہیں پاتا جن سے راضی رہتے ہوے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے پھر علی، عثمان، زبیر، طلحہ، سعد اور عبدالرحمٰن بن عوف کا نام لیا۔ اور فرمایا کہ تمہارے مشورہ میں عبداللہ بن عمر شریک رہے گا مگر خلافت کا حق اس کو نہیں ہے جیسے اُن کی تسلی فرما رہے ہوں اب اگر حکومت سعد کو ملے تو وہ اس کے اہل ہیں وہ نہ تم میں سے جو بھی امیر بنایا جائے وہ ان سے مدد لے اس لئے کہ میں نے ان کو عاجز ہونے یا خیانت کرنے کی وجہ سے معزول نہیں کیا اور اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو مہاجرین اولین کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ ان کے حق کو پہچانے اور ان کی عزت کا پاس کرے اور میں اسے (نئے خلیفہ کو) انصار کے ساتھ بھی بھلائی کی وصیت کرتا ہوں کہ جنھوں نے مہاجرین سے پہلے اس شہر میں ایمان اور گھر بنالیا تھا کہ احسان کرنے والوں کو قبول کیا جائے اور لغزش کرنے والوں کو معاف کر دیا جائے اور میں تمام شہر کے باشندوں کے بارے میں بھلائی کی وصیت کرتا ہوں اس لئے کہ وہ لوگ اسلام کے مددگار اور مال حاصل کرنے والے ہیں اور دشمن کی جلن ہیں اور یہ کہ ان سے نہ لیا جائے مگر فاضل مال اور وہ بھی ان کی رضامندی سے اور اسے دیہاتیوں کے بارے میں بھی اچھے سلوک کی وصیت کرتا ہوں اس لئے کہ وہ لوگ عرب کی اصل اور اسلام کے مادہ ہیں ان کے معمولی مال لئے جائیں اور ان کے محتاجوں پر خرچ کئے جائیں اور اُسے (نئے خلیفہ کو) وصیت کرتا ہوں کہ اللہ کے ذمے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذمے کے بارے میں ان کے ساتھ جو عہد ہوا ہے اس کو پورا کیا جائے اور ان کی حفاظت میں جنگ کی جائے اور ان کی طاقت سے زیادہ انھیں تکلیف نہ دی جائے۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو ہم انھیں لے کر پیدل چلتے ہوے نکلے۔ عبداللہ بن عمر نے اُم المؤمنین کو سلام کیا عرض کی عمر بن خطاب اجازت طلب کرتا ہے۔ ام المؤمنین نے فرمایا انھیں اندر لاؤ۔ وہ اندر لے جائے گئے اور اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ رکھے گئے جب

ان کے دفن سے فارغ ہوئے تو مذکورہ بالا افراد یعنی (علی، عثمان، زبیر، طلحہ، سعد اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم) جمع ہوئے۔ عبدالرحمٰن بن عوف نے ان لوگوں سے کہا تم لوگ اپنا حق اپنے میں سے تین کو دے دو زبیر نے کہا میں اپنا حق علی کو دیا طلحہ نے کہا میں نے اپنا حق عثمان کو دیا سعد نے کہا میں نے اپنا حق عبدالرحمٰن بن عوف کو دیا اب عبدالرحمٰن بن عوف نے علی اور عثمان سے کہا تم دونوں میں سے جو شخص کنارہ کش ہو جائے گا ہم اسی کو سپرد کر دیں گے اور وہ اپنے جی میں غور کر لے کہ کون افضل ہے؟ دونوں بزرگ خاموش رہے اس پر عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا کیا آپ لوگ اُسے میرے سپرد کرتے ہیں خدا کی قسم میں یہی کوشش کروں گا کہ آپ لوگوں میں جو افضل ہو اسی کو دوں۔ ان دونوں حضرات نے فرمایا۔ ہاں۔ اس کے بعد انھوں نے ان میں سے ایک کا ہاتھ پکڑا اور کہا آپ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو رشتہ داری اور اسلام میں جو سبقت ہے وہ آپ جانتے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کا سب حال جانتا ہے اگر میں آپ کو امیر بناؤں تو آپ ضرور انصاف کریں گے اور اگر میں عثمان کو امیر بناؤں تو آپ یقیناً ان کی بات سنیں گے اور مانیں گے اس کے بعد خلوت میں جا کر یہی بات دوسرے سے کہی جب پختہ عہد لے لیا تو کہا اپنا ہاتھ بڑھاؤ اے عثمان ! اور ان کی بیعت کی پھر حضرت علی نے بھی ان کی بیعت کی۔ اہل مدینہ سب اندر داخل ہوئے اور سبھوں نے بیعت کر لی۔

❀❀❀❀❀

ہجرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمانا تاریخ اسلام کا نہایت ہی اہم واقعہ ہے اس لئے کہ رسول پاک علیہ السلام کے لئے مکہ مکرمہ میں حالات بہت ہی ناسازگار ہو گئے تھے کفر وشرک کی ناپاک زندگی کو ترک کر کے جو لوگ دامنِ اسلام میں پناہ لیتے ان کو اور خود حضور علیہ السلام کو کفار مکہ طرح طرح کی تکلیفیں پہنچاتے رہتے ان میں ذرا سی بھی انسانیت نہیں تھی کہ اپنے اس ظالمانہ رویہ کو برا سمجھتے اور اسے ترک کرتے اور انھیں ٹوکنے والا ملامت کرنے والا اور ہدایت دینے والا بھی کوئی نہیں تھا اللہ کا جو نبی ان کی ہدایت کیلئے مبعوث ہوا اس کے ساتھ ان کا یہ برتاؤ تھا تو دوسرا کون آتا انھیں اس ظلم وضلالت سے نکالنے والا۔

مدینہ پاک پہنچتے ہی اسلام کی ترقی اور مسلمانوں کی کامرانیوں کا آغاز ہوا اور گیارہ سال کی مختصر مدت میں سارے جزیرۃ العرب پر اسلام کا جھنڈا لہرانے لگا سارے بت خانے گرا دئے گئے اور کعبۃ اللہ میں رکھے ہوئے تین سو ساٹھ بت بھی توڑ کر پھینک دئے گئے۔ ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق صحیح البخاری میں کئی روایات آئی ہیں اور ہجرت سے متعلق مختلف قسم کی تفصیلات بیان ہوئی ہیں یہاں ہم صرف دو حدیثوں سے استفادہ کرتے ہوئے واقعہ ہجرت کی ایک تصویر پیش کرینگے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ سے مدینہ کی طرف چلے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے بٹھائے ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سن رسیدہ سفید داڑھی والے تھے اور لوگ انھیں پہچانتے تھے جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جوان تھے اور بہت سے لوگ آپ کو پہچانتے نہیں تھے راستہ میں کوئی ملتا تو پوچھتا اے ابوبکر یہ آپ کے آگے کون ہیں؟ وہ

کہتے میرے رہنما ہیں سائل سمجھتا کہ یہ راستہ بتانے والے ہیں حالانکہ ان کی مراد ہوتی بھلائی کا راستہ بتانے والے۔

سراقہ بن جعشم کہتے ہیں کہ ہمارے پاس کفار قریش کے قاصد آئے اور یہ اعلان سنایا کہ جو شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابو بکر کو شہید کردے یا گرفتار کر دے اس کو ایک سو (۱۰۰) اونٹ انعام دیا جائے گا (انعام کے لالچ میں بہت سے لوگ حضور کی راہ کی تلاش میں تھے) میں اپنی قوم بنی مُدلج میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا اے سراقہ ! ابھی میں نے ساحل سے قریب کچھ لوگوں کو دیکھا ہے میں خیال کرتا ہوں کہ وہ لوگ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے ساتھی ہیں۔ سراقہ کہتے ہیں میں سمجھ گیا کہ یقیناً یہ وہی لوگ ہیں (لیکن ٹالنے کے لئے اس سے کہا) نہیں یہ لوگ نہیں بلکہ تو نے فلاں فلاں کو دیکھا ہوگا پھر میں تھوڑی دیر وہاں رکا رہا پھر گھر کے اندر گیا اور اپنی لونڈی کو حکم دیا کہ میرا گھوڑا لے چل اور ٹیلے کے پیچھے اُسے روکے رکھنا پھر گھوڑے پر سوار ہوا اور اسے سرپٹ دوڑایا یہاں تک کہ ان کے نزدیک پہنچ گیا تو میرا گھوڑا پھسل گیا اور میں گر پڑا اُٹھ کر اپنا ترکش نکالا کہ فال لوں میں نے یہ فال نکالنی چاہی کہ ان لوگوں کو نقصان پہنچا سکوں گا کہ نہیں تو وہ فال نکلی جو مجھے ناپسند تھی فال کی خلاف ورزی کرتے ہوئے میں گھوڑے پر سوار ہوا اور اسے پھر سرپٹ دوڑانے لگا یہاں تک کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاوت کی آواز سنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی طرف نہیں دیکھ رہے تھے اور ابو بکر بکثرت ادھر اُدھر دیکھتے جاتے تھے میرے گھوڑے کے اگلے دونوں پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے میں زمین پر گر پڑا میں نے اُسے ڈانٹا وہ کھڑا ہونے کی کوشش کرنے لگا اس نے بمشکل اپنا پاؤں نکالا اور سیدھا کھڑا ہوگیا تو اس کے پاؤں کے پاس سے آسمان میں بلند ہوتا ہوا ایک غبارہ اٹھا دھوئیں کی مثل۔ میں نے پھر فال نکالی اب بھی وہی فال نکلی جو مجھے ناپسند تھی میں نے پکار کر اُن سے امان مانگی اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ان کی پاس حاضر ہوا اس واقعہ سے مجھے یقین ہوگیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت جلد غالب آجائیں گے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ جب ابو بکر نے دیکھا کہ ایک سوار بالکل ان کے قریب پہنچ گیا ہے تو انھوں نے عرض کی یا رسول اللہ ! یہ سوار ہمارے قریب تک آگیا ہے تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے مڑ کر دیکھا اور دعا کی اے اللہ اسے پچھاڑ دے پھر گھوڑا کھڑا ہوا ہنہنانے لگا اس شخص نے کہا اے اللہ کے نبی آپ جو چاہیں مجھے حکم دیں آپ نے فرمایا تم یہیں ٹھہرے رہو اور کسی کو ہم تک پہنچنے نہ دو سراقہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا آپ کی قوم نے آپ کے معاملے میں انعام مقرر کیا ہے اور میں نے ان لوگوں کے ارادوں کی خبریں دیں اور آپ کی خدمت میں زاد راہ اور سامان پیش کی لیکن آپ نے قبول نہیں فرمایا سوائے اس کے کہ مجھ سے فرمایا ہمارے معاملہ کو راز میں رکھنا۔ میں نے عرض کی مجھے امان کی سند لکھ دیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عامر بن فہیرہ کو حکم دیا اور انھوں نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر میرے لئے امان نامہ لکھ دیا۔

مدینہ طیبہ کے مسلمانوں نے جب یہ سنا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ سے نکل چکے ہیں تو یہ لوگ روزانہ صبح کو حرہ تک جا کر انتظار کیا کرتے دوپہر میں جب دھوپ اور گرمی بڑھ جاتی یہ اپنے گھروں کو لوٹ جاتے۔ روزانہ کی طرح ایک روز صبح یہ لوگ طویل انتظار کر کے مایوس اپنے گھروں کو لوٹ چکے تھے کہ ایک یہودی کسی کام سے ایک ٹیلہ پر چڑھا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو سفید کپڑے پہنے ہوئے آتے دیکھ لیا تو بے اختیار بلند آواز سے پکارنے لگا اے اہل عرب ! تمہارے وہ پیشوا جن کا تم انتظار کرتے تھے آچکے ہیں یہ سنتے ہی مسلمان اپنے پیاروں کی طرف لپکے اور حرہ کے ابتدائی حصہ میں آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملے یہ ربیع الاول کا مہینہ اور دوشنبہ کا دن تھا ابوبکر لوگوں سے ملاقات کے لئے کھڑے رہے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش بیٹھے ہوئے تھے انصار میں جن لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں دیکھا تھا وہ آ آ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتے یہاں تک کہ جب دھوپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پڑنے لگی تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی چادر سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سایہ کر دیا تب تو سب ہی لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچان لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (محلہ) بنی عمرو بن عوف میں تقریبا دس دن یا اس سے کچھ زیادہ قیام فرمایا اور اس مسجد کی بنیاد رکھی جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔ (مسجد قبا)

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی سواری پر سوار ہوئے اور مدینہ کی طرف چلے لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پیدل چلتے رہے یہاں تک کہ اونٹنی (اس جگہ) بیٹھ گئی جہاں اب مسجد نبوی

ہے یہ ایک کھلی زمین تھی جو سہل اور سہیل نامی دو یتیم بچوں کی ملک تھی اور اس جگہ کھجور سکھائے جاتے تھے جب اونٹنی یہاں بیٹھ گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان شاء اللہ تعالیٰ یہی ہمارے قیام کی جگہ ہوگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں بچوں کو بلوایا اور مسجد بنانے کے لئے اس زمین کو خریدنا چاہا ان دونوں (سعادت مند) بچوں نے کہا ہم اس کی قیمت نہیں لیں گے بلکہ یہ نذر ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بطور ہبہ اس کو لینا منظور نہ فرمایا بلکہ اس زمین کو ان سے خرید لیا (قیمت ادا فرمادی) پھر وہاں مسجد تعمیر فرمائی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کے ساتھ ساتھ خود بھی اینٹ ڈھوتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے:

هذا الحمال لا حمال خيبر هذا ابر ربنا و اطهر

یہ بوجھ (کوئی) خیبر کا بوجھ نہیں بلکہ یہ ہمارے رب کی بارگاہ کا کام ہے جو سب سے نیک اور پاک کام ہے۔

اور آپ یہ بھی فرمائے جاتے

اللهم ان الاجر اجر الآخرة فارحم الا نصار والمهاجرة

یا اللہ! بے شک آخرت کا اجر ہی حقیقی اجر ہے پس تو انصار اور مہاجرین پر رحم فرما۔

ابن شہاب کہتے ہیں احادیث میں کوئی ایسی روایت نہیں ملتی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دو اشعار کے علاوہ کوئی اور شعر پورا پڑھا ہو۔

صلح حدیبیہ

(صحابۂ کرام کے عشق رسول کی کافر نے گواہی دی)

حضور سیدنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یکم ذیعقدہ ۶ھ دوشنبہ کے روز مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے مکہ مکرمہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سب مہاجرین کرام کا وطن تھا وہیں پر کعبۃ اللہ' مقام ابراھیم اور چاہ زمزم جیسے مقدس آثار مبارک بھی ہیں' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ عمرہ کر کے واپس ہونے کے ارادہ سے نکلے تھے لیکن کفار نے آپ کو اور اصحاب کرام کو شہر میں داخل ہونے سے روک دیا حالانکہ آپ جنگ کی نیت سے نہیں آئے تھے کیونکہ آپ کے ساتھ زیادہ سامان حرب نہیں تھا آپ نے ذوالحلیفہ سے احرام باندھ لیا تھا اور قربانی کے جانور بھی آپ کے ساتھ تھے صلح حدیبیہ سے متعلق تفصیل جو بخاری شریف میں ملتی ہے ان کو یہاں دو احادیث سے استفادہ کرتے ہوئے درج کیا گیا ہے جس میں ایک حدیث کے راوی حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ ہیں اور دوسری حدیث کے راوی مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اصحاب کرام سے فرمایا داہنی طرف مڑ کر چلو کیونکہ مقام غمیم میں خالد بن ولید مقدمۃ الجیش کے طور پر مقیم ہے چنانچہ یہ قافلہ قریب تک پہنچ گیا اور خالد کو خبر تک نہ ہوئی جب گرد کو اڑتے ہوئے دیکھا تب انھیں خبر ہوئی وہ سواری دوڑاتے ہوئے نکلے کہ اہل مکہ کو لشکر کی اطلاع دیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برابر چلتے رہے یہاں تک کہ حضور کی سواری بیٹھ گئی لوگوں نے اسے اٹھانا اور چلانا چاہا مگر وہ تو جیسے زمین سے چپک گئی تھی کہ نہ اٹھی نہ چلی لوگوں نے کہنا شروع

کیا قصوا تھک گئی قصوا تھک گئی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قصوا نہ تھکی ہے نہ یہ اس کی عادت ہے مگر اُس کو اُس نے روکا ہے جس نے ہاتھی والوں (اصحاب الفیل) کو روکا تھا پھر فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر وہ مجھ سے کسی ایسی بات کا سوال کریں گے جس میں اللہ کی محترم چیزوں کی تعظیم ہو گی تو میں انھیں ضرور دوں گا پھر آپ نے اپنی کو سواری کو ڈانٹا تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ اب حضور راستہ کترا کر چلنے لگے یہاں تک کہ حدیبیہ کے پاس ایک انتہائی کم پانی والے کنئے کے کنارے اترے اور تھوڑی ہی دیر میں اس کا تمام پانی نکال لیا گیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں شدت پیاس کی شکایت کی گئی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور حکم دیا گیا کہ اُسے پانی کے اس گڑے میں نصب کر دیا جائے (جیسے ہی وہ تیر نصب کیا گیا) خدا کی قسم اُس گڑے میں پانی ابلنے لگا یہاں تک کہ سارے لوگ سیراب ہوئے ابھی سب لوگ اپنے اپنے حال پر تھے کہ بُدیل بن ورقاء خُزاعی اپنے ہم قبیلہ کچھ لوگوں کے ساتھ حاضر ہوا (بدیل کے بارے میں مشہور ہے کہ عرب کے انتہائی ہوشیار اور چالاک لوگوں میں اس کا شمار تھا) اس کے ساتھ آئے لوگ تہامہ کے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیر خواہ تھے انھوں نے حضور کو بتایا کہ کعب بن لُوی اور عامر بن لُوی حدیبیہ کے گہرے کنویں کے پاس ٹھیرے ہوے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ جانے سے روکنا چاہتے ہیں یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہم کسی سے لڑنے کے لئے نہیں بلکہ عمرہ کرنے کی نیت سے آئے ہیں قریش کو لڑائی نے کمزور کر دیا ہے اور انھیں نقصان پہنچا ہے اگر وہ چاہیں تو میں اُن سے ایک مدت کے لئے صلح کرنے تیار ہوں وہ بیچ میں سے ہٹ جائیں پھر اگر میں غالب آ گیا تو جس طرح اور لوگ دین میں داخل ہو گئے وہ بھی داخل ہو جائیں اور اگر وہ نہ چاہیں تو اپنی ضد پر اڑے رہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میرے جان ہے میں اُن سے لڑتا رہوں گا یہاں تک کہ میری گردن الگ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ یقیناً اپنے دین کو غالب کرے گا بُدیل نے کہا میں آپ کی بات قریش تک پہنچاؤں گا وہ وہاں سے قریش کے پاس آیا اور کہنے لگا میں ابھی ابھی اُن کے پاس سے آیا ہوں اور جو کچھ سنا ہے اگر چاہو تو تم کو سنا دوں ان میں کے بے

وقوفوں نے کہا ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں سمجھداروں نے کہا ہاں سناؤ بُدیل نے جو کچھ سنا تھا بیان کر دیا یہ سب سن کر عُروہ بن مسعود نے کہا اے میری قوم ! کیا میں تمہارا باپ نہیں انھوں نے کہا ہاں تو ہمارا باپ ہے۔اس نے پوچھا کیا تم میرے بیٹے نہیں؟ انھوں نے کہا ہاں ہیں اس نے پوچھا کیا تم کو میرے بارے میں کوئی بدگمانی ہے؟ انھوں نے کہا نہیں اس نے کہا تم نہیں جانتے کہ میں نے اہل عکاظ کو یہاں آنے کے لئے بُلایا انھوں نے انکار کر دیا تو میں اپنے اہل کو اولاد کو اور اپنے متبعین کو لے کر آیا ہوں لوگوں نے کہاں ہاں یہ صحیح ہے اس نے کہا انھوں (نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اچھی بات کہی ہے اُسے قبول کرلو (یعنی مصالحت کرلو) اور مجھے اُن کے پاس جانے دو لوگوں نے کہا جاؤ۔ وہ خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور بات کرنے لگا حضور نے اس سے بھی فرمایا جو بُدیل سے فرما چکے تھے عروہ نے کہا ''اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ! بتاؤ اگر تم نے اپنی قوم کو ختم کر دیا تو کیا تم نے سنا ہے کہ تم سے پہلے کسی نے اپنی قوم کو ختم کیا ہے اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہوا تو میں بخدا ایسے قسم قسم کے لوگوں کو تمہارے اطراف دیکھ رہا ہوں جو تمھیں چھوڑ کر بھاگ جائیں گے یہ سن کر حضرت ابوبکر نے اُسے بُری گالی دی۔عُروہ نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا ابوبکر۔اس نے کہا سنو ! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تمہارا مجھ پر احسان نہ ہوتا جس کا بدلہ میں ابھی تک چُکا نہیں سکا ہوں تو تمھیں اس کا جواب دیتا وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بات کرتا جاتا اور بار بار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ریش مبارک (داڑھی شریف) کو ہاتھ لگاتا مغیرہ بن شعبہ خود (HELMET) پہنے ہوے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے کھڑے تھے وہ جیسے ہی ریش مبارک کی طرف ہاتھ بڑھاتا یہ تلوار کے دستہ سے اُس کے ہاتھ پر مارتے اور کہتے ہاتھ دُور رکھ اس نے سر اٹھایا اور پوچھا یہ کون ہے؟ کہا گیا مغیرہ بن شعبہ اس نے کہا غدار ! کیا تیری دغابازی کے معاملہ میں مَیں (تجھے بچانے کی) کوشش نہیں کر رہا ہوں (قصہ یہ ہے کہ) حالت کفر میں مغیرہ کچھ لوگوں کے ساتھ سفر کر رہے تھے (ایک بار موقع ملا) تو انھوں نے اُن سب کو مار ڈالا اُن کے مال واسباب لے کر مدینہ آگئے اور مسلمان ہو گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں تیرا اسلام قبول کرتا ہوں مجھے

تیرے مال و دولت سے کچھ سروکار نہیں عُروہ کنکھیوں سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اور صحابہ کرام کو دیکھتا جاتا تھا کہ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ناک صاف کرتے تو ناک کی رطوبت کسی کے ہاتھ پر پڑتی وہ اسے اپنے چہرے پر مل لیتا جسم پر مل لیتا جب وہ انھیں کسی کام کا حکم فرماتے اور تعمیل حکم میں ایک دوسرے پر سبقت کرتے جب وضو فرماتے تو وضو کے غسالے پر لڑ پڑتے اور جب عرض کرتے تو وہ اپنی آوازوں کو پست کر لیتے اور ادب سے اپنی نظریں نیچی رکھتے۔ عروہ جب ساتھی (کفار مکہ) کے پاس گیا تو کہا اے قوم! میں بادشاہوں کے پاس گیا ہوں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار دیکھا ہوں خدا کی قسم! میں نے نہیں دیکھا کہ کسی بادشاہ کی اتنی تعظیم کی جاتی ہو جتنی صحابہ کرام محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کرتے ہیں واللہ! اگر وہ ناک صاف کرتے ہیں تو اس کی رطوبت کسی نہ کسی کے ہاتھ میں آتی ہے اور وہ اُسے اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتا ہے جب وہ کوئی حکم دیتے ہیں تو تعمیل کے لئے لوگ دوڑتے ہیں جب وہ وضو کرتے ہیں تو اس کے پانی کے حصول کے لئے لڑ پڑتے ہیں جب وہ کچھ کہتے ہیں تو سب خاموش ہو جاتے ہیں اور ان کے ادب میں اُن سے آنکھیں چار نہیں کرتے پھر کہا جب انھوں نے ایک سلجھی ہوی بات رکھی ہے تو اُسے قبول کر لو (یعنی صلح کر لو) بنی کنانہ کے ایک شخص نے کہا مجھے ان کے پاس جانے دو لوگوں نے کہا جاؤ جب وہ آتا ہوا دکھائی دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا یہ فلاں ہے اور فلاں قوم کا ہے یہ لوگ قربانی کے جانوروں کو بہت مانتے ہیں قربانی کے جانوروں کو اٹھا دو قربانی کے جانور اٹھا دیئے گئے اور لوگ تلبیہ پڑھتے ہوئے اُن کی طرف بڑھے جب اس نے یہ منظر دیکھا تو کہا سبحان اللہ! ان لوگوں کو بیت اللہ سے روکنا اچھی بات نہیں وہ اپنی قوم کی طرف لوٹا اور کہا میں نے قربانی کے جانوروں کو دیکھا ہے انھیں ہار پہنا دئے گئے ہیں اور ان کا اشعار کیا گیا ہے انھیں بیت اللہ کی زیارت سے روکنا درست نہیں۔ اب مِکرَز بن حفص نے کہا مجھے وہاں جانے دو جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نظر آیا تو آپ نے فرمایا یہ مکرز ہے اور یہ اچھا آدمی نہیں ہے وہ آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بات کرنے لگا اسی اثناء میں سہل بن عمرو داخل ہوا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اب تمہارا کام آسان ہو گیا (سہیل کے نام سے فال نیک لی) سہیل نے کہا آؤ ہم آپس میں

ایک عہد نامہ لکھ لیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کاتب کو بلا کر فرمایا لکھو (جن صحابہ کو عہد نامہ لکھنے کے لئے فرمایا وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے) بسم اللہ الرحمن الرحیم سہیل نے کہا خدا کی قسم ہم نہیں جانتے کہ رحمٰن کیا ہے لیکن لکھو باسمك اللهم جیسا پہلے لکھا کرتے تھے مسلمانوں نے کہا نہیں بسم اللہ الرحمن الرحیم کے سوا کچھ نہ لکھیں گے حضور نے فرمایا لکھو باسمك اللهم پھر فرمایا یہ وہ فیصلہ ہے جو محمد رسول اللہ نے کیا سہیل نے کہا بخدا اگر آپ کو ہم رسولِ خدا مانتے تو آپ کو بیت اللہ سے نہ روکتے اور نہ آپ سے لڑتے ہاں لکھو محمد بن عبداللہ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بخدا میں یقیناً اللہ کا رسول ہوں اگر تم لوگو مجھے جھٹلاتے ہو تو لکھو محمد بن عبداللہ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا رسول اللہ میٹ دو انھوں نے عرض کی کبھی نہیں میٹوں گا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کاغذ ان کے ہاتھ سے لے لیا اور رسول اللہ کی جگہ بن عبداللہ تحریر فرمادیا (اس پر بعض لوگ شبہ کرتے ہیں کہ حضور تو لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے پھر کس طرح تحریر فرمایا تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات میں سے یہ بھی ادنیٰ درجہ کا معجزہ ہے کہ امی ہونے کے باوجود وہ لکھنا پڑھنا بھی جانتے تھے) اور پھر پورا صلح نامہ تحریر کیا گیا۔

رحمتِ حق بہانہ می جوید

اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے جس کو چاہے اُسے گناہوں کی سزا دیتا ہے اور جسے چاہے اس کے گناہوں کو معاف کر کے بخش دیتا ہے کیونکہ وہ صرف عادل ہی نہیں مالک بھی ہے کس میں اتنی جرأت ہے کہ اس سے پوچھے کہ تو نے فلاں کو کیوں بخش دیا اور فلاں کو کیوں سزا دی خداوند کریم کی اسی شان کریمی کو سمجھانے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حکایت بیان فرمائی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا بنی اسرائیل میں ایک بدکار فاحشہ عورت تھی ایک بار وہ کسی ایسے کنویں کے پاس سے گذر رہی تھی جس کا پانی کافی نیچے تہہ میں تھا اور پانی تک پہنچنے کے لئے کوئی راستہ سیڑھیاں وغیرہ بھی نہ تھیں کنویں کے پاس ایک پیاسا کتا پانی کے لئے تڑپ رہا تھا اور کنویں کے اطراف چکریں کاٹ رہا تھا کہ کسی طرف سے کوئی راستہ مل جائے تا کہ وہ پانی تک پہنچ کر اپنی پیاس بجھالے جب اس عورت نے یہ منظر دیکھا تو اس کے دل میں ہمدردی کا جذبہ پیدا ہوا اس نے محض خدا کی اس بے بس و مجبور مخلوق کی زندگی بچانے کیلئے ایک کپڑا (شائد اسی کا ڈوپٹہ) نکال کر کسی برتن سے پانی سیندھا اور پیاسے کتے کو دیدیا۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی یہ ادا پسند آئی اور اس نے اسے بخش دیا۔

اللہ اکبر ! خدا کی شان کریمی ! محض اتنی سے نیکی سے اس کے زندگی بھر کے گناہ معاف کر دئے گناہ بھی کبیرہ گناہ ! اس لئے کہ اس نے یہ نیکی صرف خدا کی رضا کے لئے کی تھی اس میں ریا کا کوئی دخل نہ تھا کوئی چھوٹی سی نیکی صرف خدا کے لئے ہو تو بخشش کا سبب بن جاتی ہے اگر اس میں ریا، نام ونمود کا دخل ہو، داد و تحسین حاصل کرنے کے لئے ہو تو اس کا کوئی اجر نہیں جب ایک نجس جانور کی زندگی بچانے کے لئے کی ہوئی نیکی سے ایک پیشہ ور بدکار عورت کی بخشش ہو جاتی ہے تو سوچو بنی نوع انسان کے لئے اور کلمہ گو مسلمان کے لئے نیکی اور حسن سلوک کرنے والے خدا کی رحمت سے محروم کیوں رہیں گے شرط یہی ہے کہ وہ خالصتاً لوجہ اللہ ہو۔

ایک بات اور-------- اسی حکایت کو پڑھنے اور سننے والے گناہوں پر جری نہ ہو جائیں کہ ہم جو چاہیں کریں اللہ ہمیں معاف فرما دے گا۔ایک بدکار عورت کی خوش نصیبی ہے کہ اللہ نے اُسے اپنے عفو و کرم سے بخش دیا ورنہ سب کے لئے احکام شریعت کا پاس ولحاظ ضروری ہے۔

نجدیّت کی جڑ

حضور سیدنا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر ایمان لانے کا اقرار کرنا ہی کافی نہیں بلکہ اُن کے ادب واحترام کو ملحوظ رکھنا بھی داخل ایمان ہے اور جو اس میں کوتاہی کرے اس کا دعویٰ ایمان بالکل غلط سمجھا جائے گا اور بے ادب و گستاخ تو واجب القتل ہے۔ ذیل میں ہم صحیح بخاری کی جس حدیث کو پیش کر رہے ہیں اس میں گستاخ رسول کا حلیہ بیان کیا گیا ہے لیکن اس کا نام مذکور نہیں لیکن دوسری حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا نام حرقوص بن زہیر التمیمی تھا جو ذوالخویصرہ کی کنیت سے پکارا جاتا تھا اور اس کا لقب ''ذو الثّدیہ'' یعنی پستان والا بھی مشہور تھا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جن دنوں حضرت علی کرم اللہ وجہہ یمن کے گورنر تھے ان دنوں ایک بار انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی خدمت عالیہ میں یمن سے تھوڑا خام سونا روانہ فرمایا حضور نے اس سونے کے چار حصے کئے اور انھیں چار صحابہ میں تقسیم فرما دیا (مال و زر کی خواہش اور امید تقریباً سبھی کو ہوتی ہے اور اس کے نہ ملنے پر) قریش اور انصار کے بعض اصحاب میں ناراضگی پیدا ہوئی (اصل یہ ہے کہ اس زمانہ میں مسلمانوں کی مالی حالت بیحد کمزور تھی قریش کے لوگ مہاجر بن کر آئے تھے اور اُن کا مال و اسباب کاروبار سب کچھ ختم ہو گیا تھا انصار کا حال بھی کچھ بہتر نہ تھا پھر کفار سے جنگوں کی وجہ سے مالی حالت مستحکم نہ ہونے پائی تھی پھر بھی جب

انہوں نے حد ادب میں اپنی ضرورتمندی کا اظہار کیا تو) سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا میں بس ان لوگوں کی تالیف قلب کے لئے دیتا ہوں اتنے میں ایک دھنسی ہوئی آنکھوں والا اُبھرے ہوے گال والا، نکلی ہوئی پیشان اور گھنی ڈاڑھی والا شخص جس کا سر گھٹا ہوا تھا (گستاخانہ لہجہ میں کہنے لگا) اللہ سے ڈرانے کی بات کہنے لگا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا (اگر میں اللہ سے نہیں ڈروں گا) اور اس کی نافرمانی کروں گا تو کون اس کی اطاعت کرے گا اللہ تعالیٰ نے زمین پر مجھے امین بنا کر بھیجا ہے تم لوگ مجھے امین نہیں مانتے ؟ ایک صاحب نے حضور سے اس کے قتل کی اجازت چاہی میں گمان کرتا ہوں کہ وہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے انھیں منع فرمایا جب وہ چلا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اس کی نسل سے ایک قوم پیدا ہوگی جو قرآن پڑھے گی مگر قرآن اس کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر نشانہ کو پار کر کے نکل جاتا ہے یہ لوگ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے اگر میں انھیں پاؤں تو قوم عاد کی طرح انھیں قتل کردوں۔

امام اہل سنت حضرت انوار اللہ خاںؒ بانی جامعہ نظامیہ نے تحریر فرمایا کہ غالباً محمد بن عبدالوہاب نجدی اسی کی نسل سے تھا اگر نسل سے نہ بھی ہو تو اس کا ہم قبیلہ ضرور تھا کیونکہ یہ بھی بنو تمیم سے تھا اور ابن عبدالوہاب بھی بنو تمیم ہی سے تھا اور گستاخی، بے ادبی مسلمانوں پر سختی اور کافروں سے ہمدردی کی ساری صفات اس میں موجود تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا تھا کہ نجد سے شیطان کی سینگ نکلے گی تو نجد ہی سے اس کا ظہور ہوا جس نے دین میں فتنہ پیدا کیا اور سارے نجدی امریکیوں اور انگریزوں کے فرمانبردار اور مسلمانوں کے دشمن ہیں۔

بدگمانیوں سے بچنے کا بھی نمونہ

حضور سیدنا نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی حیات طیبہ میں ساری امت کے لئے بہترین نمونۂ حیات موجود ہے اور اگر مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کا بغور مطالعہ کریں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ پر رہنے کی کوشش کریں تو امت میں پھیلی ہوئی بہت سی خرابیاں دور ہو جائیں گی اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا کہ ''اے مسلمانو! تم سب کے لئے نبی کی زندگی بہترین نمونہ ہے'' اور امتیوں کو چاہئے کہ اسی نمونہ کے مطابق اپنی زندگی گذارنے کی کوشش کریں آج ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لوگوں کے کردار پر شک کیا جاتا ہے اور بعض جگہ خود میاں بیوی کے درمیان شک وشبہ کی وجہ سے ناخوشگواری پیدا ہو جاتی ہے کہیں لوگ غیر اہم باتوں کو اہمیت دے کر لوگوں کی مطعون کرتے ہیں کردار کشی کرتے ہیں اور میاں بیوی کے تعلقات تلخ سے تلخ ہو جاتے ہیں حالانکہ اصل وجہ یہ ہوتی ہے کہ فریقین میں سے کوئی ایک بھی ایک معمولی بات کو غیر اہم سمجھ کر نظر انداز کر دیتا ہے اور وہی اہم بن کر تلخیوں اور خرابیوں کا باعث بن جاتی ہے۔

یہاں ایک ایسی روایت حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے درج کی جاتی ہے جس سے امت کو معلوم ہونا چاہئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی ہو کر، معصوم عن الخطا ہو کر اور امت کے مقتدا ہو کر غلط فہمیوں کا سد باب کرنے میں کس قدر اہتمام فرماتے ہیں۔

حضرت علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما (جن کی شہرت امام زین العابدین کے نام سے ہے اور جو کثرت عبادت کی وجہ سے سجاد بھی کہلاتے ہیں) فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حالت اعتکاف میں تھے کہ آپ سے ملنے اور کچھ بات کرنے کیلئے آپ کی زوجہ محترمہ حضرت صفیہ بنت حُی

رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف لائیں ملاقات کے بعد جب وہ جانے لگیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی کھڑے ہوئے اور ساتھ چلتے ہوئے مسجد نبوی کے باہر تک تشریف لائے (معلوم ہونا چاہئے کہ مسجد نبوی کے اندر ہی امہات المومنین کے حجرے بھی تھے) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس دروازہ کے پاس حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آئے وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کا دروازہ تھا۔ اُسی وقت دو صحابہ جن کا تعلق انصار سے تھا وہاں سے گذرے اور گذرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں سے فرمایا ٹھیرو! جب وہ ٹھیر گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا ''یہ صفیہ بنت حُی ہیں، اُن دونوں نے عرض کی سبحان اللہ یا رسول اللہ! ان دونوں صحابہ پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ وضاحت گراں گذری (یعنی ہم اتنے بدبخت نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! کہ آپ جیسی پاک اور مقدس ہستی کے بارے میں کوئی شک یا بدگمانی دل میں لائیں۔ ہمارے لئے آپ کی وضاحت کی ضرورت نہیں تھی) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''انسان کے بدن میں جہاں جہاں خون پہنچتا ہے وہاں وہاں شیطان بھی پہنچ جاتا ہے مجھے اندیشہ ہوا کہ (شیطان) کہیں تم لوگوں کے دلوں میں بھی بدگمانی نہ ڈال دے (پھر تو تمہاری دنیا و آخرت برباد ہو جاتی)۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی ہو کر جب اس قدر احتیاط برتتے تھے اور بدگمانیوں کا سد باب کرتے تھے تو امت کے لوگوں کو بھی اسی طرح محتاط رہنے اور بدگمانیوں اور ریشہ دوانیوں سے چوکنے رہنے کی ضرورت ہے تاکہ خبیث فطرت لوگوں کو الزام تراشیوں اور بہتان طرازیوں کا موقع نہ مل سکے۔

تدوین قرآن مجید

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے اور شریعت اسلامیہ کا بنیادی ماخذ ہے۔ اس سے پیشتر جو آسمانی کتابیں نازل ہوئی تھیں اللہ تعالیٰ نے ان میں سے کسی کی حفاظت کا وعدہ نہیں فرمایا تھا اسلیئے ان میں کی بہت سی تو معدوم ہوگئیں اور جو بچ گئیں ان میں بھی اتنی تحریف ہوچکی ہے کہ اب انھیں اصل کتاب کہنا مشکل ہے۔ قرآن مجید ہی وہ واحد آسمانی کتاب ہے جو بلا کسی تغیر وتبدل کے ابھی بھی بالکل اصل حالت میں موجود ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت تک اسی حالت میں رہے گی جب بھی وحی آتی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اس کو جلد جلد دہراتے تاکہ خدانخواستہ اس میں کوئی بھول چوک نہ ہوجائے۔ اللہ رب العزت کو اپنے محبوب کا اس طرح زحمت اٹھانا دیکھا نہ گیا ارشاد ربانی ہوا ''ان علینا جمعه و قرآنه'' بے شک اس کا جمع کرنا اور اس کی تلاوت کروانا ہمارے ذمہ ہے پھر اور ایک جگہ اس کی تاکید فرمائی ''انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون'' بےشک اس قرآن کو ہم نے ہی نازل فرمایا اور ہم ہی اس کی حفاظت فرمانے والے ہیں۔ اللہ رب العزت نے اپنے نبی محترم کو وہ غیر معمولی حافظہ عطا فرمایا کہ نزول وحی کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاتبان وحی میں سے کسی کو طلب فرماتے اور ساری وحی کو من وعن لکھوا دیتے اور ارشاد فرماتے کہ ان آیات کو فلاں سورہ میں فلاں آیات کے پہلے یا بعد رکھو۔ کبھی فرماتے کہ یہ خود ایک سورۃ ہے اور اس کا یہ نام ہے یہ سب احکام حکم خداوندی کے مطابق دیئے جاتے اس طرح سارا قرآن مجید نبی کریم علی الصلوٰۃ والتسلیم کے سامنے ہی مدون ہوچکا تھا بخاری ہی کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر سال رمضان میں حضرت جبرئیل علیہ السلام آکر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پورا قرآن سناتے تھے۔

حضور سیدنا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو جب منصب نبوت ورسالت سے سرفراز فرمایا گیا

اس وقت حضور غار حرا میں معتکف تھے جبرئیل سورۃ العلق کی ابتدائی آیتیں لے کر حاضر خدمت ہوے اس طرح ''اقرأ باسم ربک الذی خلق '' پہلی وحی نازل ہوئی اور الیوم اکملت لکم دینکم والی وحی آخری وحی تک قرآن مجید میں چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ(6666) آیتیں ہیں جو تیئیس (۲۳) سال کے عرصہ میں مختلف اوقات' مختلف مقامات اور مختلف مواقع پر نازل ہوتی رہیں قرآن مجید میں ایک سو چودہ(114) سورتیں ہیں جن میں سب سے بڑی سورۃ ''البقرہ '' ہے اور سب سے چھوٹی سورۃ ''الکوثر '' ہے ان کو سہولت کیلیے سات منزلوں میں تقسیم کیا گیا ہے تاکہ اگر روزانہ ایک منزل پڑھی جائے تو ایک ہفتہ میں قرآن مکمل پڑھ لیا جائے مگر جو لوگ اتنا نہیں پڑھ سکتے ان کیلیے قرآن مجید کو تیس پاروں میں بھی تقسیم کیا گیا ہے تاکہ اگر روزانہ ایک پارہ پڑھا جائے تو ایک مہینہ میں قرآن مجید کا دور مکمل ہو جائے۔

قرآن مجید کی تدوین کے بارے میں بعض لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ یہ خلیفۂ سوم حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت تک مدون نہیں کیا گیا تھا اور آپکے دور میں اس کی تدوین کی گئی اسی لئے انھیں ''جامع القرآن'' کہا جاتا ہے۔ بخاری کے باب المناقب میں حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں چار حضرات نے قرآن جمع کیا تھا اور یہ سب کے سب انصار تھے ۱) اُبی بن کعب ۲) معاذ بن جبل ۳) ابوزید اور ۴) زید بن ثابت رضی اللہ عنہم قتادہ نے پوچھا کون ابوزید؟ (قتادہ تینوں کو تو جانتے تھے لیکن ابوزید کو نہیں جانتے تھے) انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ میرے چچا تھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور مقدس ہی میں قرآن مجید بڑی حد تک جمع ہو گیا تھا جن میں سے چار کے نام تو انس رضی اللہ عنہ نے گنوائے کچھ اور لوگ بھی ہوں گے جنکے پاس مکمل قرآن نہ سہی مگر نصف یا ثلث کم و بیش جمع تھا ہو گا اور صحابہ میں حفاظ کی تعداد تو سینکڑوں میں تھی قرآن کس طرح باقاعدہ طور پر مرتب ہوا اور جسکے مکمل اور صحیح ہونے پر امت کا اجماع ہوا اسکی تفصیل بخاری میں اس طرح سے بیان ہوئی ہے۔